سلیم خان گمی

پنجابی ادب میں اسلام کے تہذیبی اور ثقافتی عناصر

تہذیب و ثقافت

تہذیب کیا ہے؟ بے جان اور بے روح ثقافت۔ ثقافت کیا ہے؟ زندہ و تابندہ تہذیب۔ جب ثقافت مٹ جاتی ہے تو تہذیب کا روپ اختیار کرتی ہے اور قدیم تاریخ کے اوراق پر بسیرا کرتی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ہڑپہ (ساہی وال) میں ایک مخصوص ثقافت پر عمل ہوتا تھا، پھر ہڑپہ تباہ و برباد ہوا اور اس کی ثقافت تہذیب کی شکل اختیار کر کے آثار قدیمہ کے ماہروں کی چٹکیوں میں آ گئی۔ یہی بات کوٹ ڈیجی کالی بنگم (راجھستان) لوتھل (احمد آباد) موہن جو دڑو، مہر گڈھ، شاہی تمپ، ژوب، امری نل، نوزستان (ایران) راجن پور، تخت بھائی اور دنیا کے دیگر تہذیبی اور ثقافتی مرکزوں کے متعلق بیان کی جا سکتی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ثقافت بھی دو طرح کی ہے، ایک مادی اور دوسری روحانی۔ ہڑپہ وغیرہ میں مادی ثقافت کے مظاہر تہذیبی آثار و علائم کی صورت میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ (مثلاً ٹھیکریاں، برتن، سکے، ہتھیار، راکھ، اینٹیں) لیکن روحانی ثقافت کی بنیادی قدروں کی شناخت ٹیڑھا کام ہے۔ ثقافت کی فکری نہج کا پتا تو زبان، ادب، موسیقی، کھیل، رقص، فنِ تعمیر اور آلاتِ کشاورزی جزوی یا کلی طور پر بتا سکتے ہیں۔ اگر ثقافت کو تاریخی پس منظر کی چھلنی میں سے گزار کر دیکھا جائے گا تو وہ تہذیب ہو گی اور اگر ثقافت کو اوڑھنا بچھونا بنا کر حیات آمیز شکل میں دیکھا جائے گا تو یہ ثقافت ہو گی۔

حجری تہذیب

پنجاب، دنیا بھر میں اپنی حجری ثقافت کے لیے مشہور ہے۔ راولپنڈی کے قریب

سواں کی وادی میں حجری تہذیب کے آثار ملتے ہیں۔ کئی محقق اس کو حجری ثقافت کا نام بھی دیتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اس لیے اس بات کو نہیں مانتے کہ انسان بوزنہ (چمپینزی) کی اولاد ہے۔ ہم تو خود کو آدمؑ کی اولاد تصور کرتے ہیں، تاہم دنیا میں ایسے بیسیوں ماہر بشریات ہیں جن کا قول ہے کہ وادیٔ سواں کی تہذیب بشریات اور انسانیات کی اولین تہذیب ہے۔ یقین نہ آئے تو امریکی پروفیسر پل ہیم کی تحقیق سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ علم البشریات کے ماہرین کا خیال ہے کہ پنجاب میں بوزنہ اور انسان نوع کے اعتبار سے الگ ہوئے۔ گویا پنجاب NEAR MAN کی سرزمین ہے اور پنجاب کا انسان نما پنجاب پیتھی کس کہلاتا ہے۔ یہاں تفصیل کی فرصت نہیں، یہ سمجھ لیا جائے کہ پنجاب انسانی تہذیب کا قدیم ترین مرکز ہے اور وہ تہذیب ہے حجری اور علاقہ ہے پوٹھار یا پوٹھوہار جہاں ع

وگدی پھرے سواں ڈھولا

یعنی جہاں دریائے سواں بہتا ہے۔ سواں کی یہ حجری تہذیب چار لاکھ پرانی ہے۔

ہڑپہ

ضلع ساہی وال میں ہڑپہ کی تہذیب ایک عرصے سے دنیا بھر کے آثار قدیمہ کے ماہروں کی توجہ کا مرکز ہے۔ یہ تہذیب مصری اور عراقی تہذیب کی ہم عصر تھی۔ ہڑپہ کی کھدائی سے جو آثار دستیاب ہوئے ہیں ان کے تجزیے سے پتا چلتا ہے کہ یہ تہذیب تین ہزار سال قبل از مسیح ثقافت کی صورت میں زندہ تھی۔ اس تہذیب کے مالک وہ لوگ تھے جو اصلی دراوڑ تھے یا صرف دراوڑ تھے یا دونوں کا مخلوط طبقہ۔ پنجاب میں جن لوگوں نے سب سے پہلے کسی تہذیب کی اساس استوار کی وہ افریقہ کے حبشی تھے۔ اس بات پر چونکنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ ایک دور ایسا بھی گزرا ہے جب ہندوستان اور افریقہ کے درمیان سمندر نہیں تھا اور دونوں یعنی براعظم افریقہ اور برصغیر پاک و ہند ایک ہی خطۂ ارض تھے۔ تفصیل ضروری ہو تو نیچرل ہسٹری کے نظریہ ٹیکٹانکس (Tactonics) کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ مختصراً بات یہ ہے کہ سمندر کی موجودگی بعد کی بات ہے، افریقہ اور ہندوستان زیر زمین پانی کے ابھرنے اور پانی کے نیچے تہ کے کھسکنے سے الگ ہوئے۔ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش

میں حبشی نسل کے لوگوں کی کثرت نہیں تو قلت بھی نہیں۔ یہ لوگ اس امر کا ثبوت ہیں کہ کبھی افریقہ اور ہندوستان ایک تھے۔ ان لوگوں کو حبشی نما نسل (Negroid.) کا نام دیا گیا ہے۔ یہی لوگ پراچین یا اصلی دراوڑ (Proto-Dravidians.) ہیں۔ ان کے بعد دراوڑ آتے ہیں جو ظاہر ہے اصلی دراوڑوں کی نسل سے تھے۔ ہڑپہ میں ان کی اپنی ثقافت تھی، مادی بھی اور روحانی بھی۔ پھر ہوا یہ کہ ایک دن ان پر چڑھ دوڑے ایران کی طرف سے خانہ بدوش لوگ آئے جو لڑنے مرنے میں زیادہ تیز تھے اور آریا کہلاتے تھے۔ آریا کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ خانہ بدوش تھے۔ ہر دھرتی جاگیر ہماری کا نعرہ لگانے والے۔ ان آریاؤں نے ہڑپہ پر حملہ کیا اور اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ ہڑپہ کی ثقافت مٹھی بھر خاک میں تبدیل ہو گئی۔ کچھ محقق کہتے ہیں کہ آتشِ سوزاں سے کام لینے والے آریا نہ تھے یا ستھین تھے جو ایران کی طرف سے آئے۔ جانتے ہیں آپ یہ ستھین کون ہیں؟۔ یہ ہیں گلگت ایجنسی ایریا کے شن جو آج بھی بہادر، شجاع اور خوب صورت ہیں۔ آریا ہوں ستھین، ہڑپہ تباہ ہو گیا اور اس کی ثقافت مٹ گئی۔

دورِ شجاعت

پنجاب کے جغرافیہ کا مطالعہ تو آپ نے کیا ہو گا۔ اگر پنجاب کو گھر سے تشبیہ دی جائے تو دروں کو کھڑکیوں سے تشبیہ دی جائے گی۔ پنجاب میں کئی درے کھڑکیوں کا کام دیتے ہیں۔ درہ کرم، درہ خیبر، درہ قزہ قرم، درہ خنجراب، درہ لولاح، درہ مولا، درہ زوجی لا (لداخ) درۂ برزل (مقبوضہ کشمیر) درہ دندان شکن (باختریہ) درۂ مُرغ (افغانستان) درہ خوک (افغانستان) اور اسی طرح کئی اور درے ہیں۔ (مثلاً چترال اور افغانستان کے درمیان اور چترال اور داخان کے درمیان) ان دروں کی راہ داریوں سے آریا لوگ اور ان کے کئی بھائی بند حسب ضرورت پنجاب میں وارد ہوتے رہے۔ آریا لوگ تو موج در موج آئے یعنی ان کی آمد تین لہروں کی شکل میں ہوئی اور وہ ۲۵۰۰ ق م سے ۱۵۰۰ ق م تک پنجاب میں ٹھہرے۔ یہ دور ان کا دورِ شجاعت ہے۔ اس دور میں وہ مقامی آبادیوں سے لڑتے بھڑتے رہے اور اس دور میں انھوں نے وہ دعائیہ اور رزمیہ نغمے الاپے جو رگ وید کی شکل میں ہمارے پاس اب بھی ہیں۔ ۱۵۰۰ ق م میں آریا وادیٔ گنگ و جمن کی طرف کوچ کر گئے۔

اور وادیٔ گنگ و جمن کے پراچین دراوڑ اور دراوڑ جنوبی ہند کی طرف بھاگ گئے۔ جو نہ بھاگ سکے غلام (داس) بنا لیے گئے۔ کچھ لڑائیوں میں کام آئے۔ جو لوگ جنوبی ہند کی طرف نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے انھوں نے جنوبی ہند کو دراوڑستان کا نام دیا۔ بہرحال پنجاب میں آریاؤں کا عہد دورِ شجاعت کہلاتا ہے کہ یہ دور جنگ و جدل سے منسوب ہے۔

اس دورِ شجاعت میں آریاؤں کی مخالفت صرف دراوڑوں سے ہی نہیں تھی ان کے خلاف قدیم عراق (اسیریا) کے لوگ بھی تھے۔ ملکہ سمیرامس (Semiramis) نے اسی دورِ شجاعت میں شمالی پنجاب پر حملہ کیا تھا، رگ وید میں سمیرائی لوگوں کو اسورا کا نام دیا گیا ہے۔ شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سمیرائی لوگ سامی النسل تھے، یعنی وہی نسل جو عربوں کی ہے۔ سامی ثقافت اور مشرقِ وسطیٰ کی ثقافتوں کا ناتا میل اُس وقت سے ثابت ہے جب آریا لوگ پنجاب میں داخل ہوئے۔ بہت سے سامی الفاظ سنسکرت میں اب بھی محفوظ ہیں۔ آریا اسیریا کے لوگوں کو اسُورا کہتے تھے۔ فارسی میں یہی لفظ اہُورا ہوا۔ یورپ کی کئی زبانوں میں اس کی شکل تبدیل ہوئی تو یہ لفظ انزورو، ازور، اُزیر، اوزیر، اونز اور آنز کے طور پر سامنے آیا۔ جدید فارسی میں یہی لفظ حُضور ہے۔ فارسی سے اُردو میں آیا۔ گویا آریا لوگوں کے نزدیک سامی نسل کے لوگوں کا کلچر اہلِ حُضور کا کلچر تھا۔

پنجاب کو سپت سندھو بھی کہا جاتا ہے یعنی سات دریاؤں کا وطن، یہ بات ہے بھی درست، کیونکہ پنجاب کی جغرافیائی حیثیت ہمیشہ تبدیل ہوتی رہی۔ آریاؤں کے زمانے میں پنجاب سات دریاؤں — کابل، سوات، سندھ، جہلم، چناب، راوی، بیاس کا علاقہ تھا۔ یہ دریا رگ وید میں دریائے سندھ کے سات منہ بیان ہوئے ہیں۔ دراصل دریائے سندھ کے سات منہ دریائے کابل، دریائے سوات، دریائے جہلم، دریائے چناب، دریائے راوی، دریائے ستلج اور دریائے بیاس ہیں۔ یعنی یہ دریائے سندھ کے معاون دریا ہیں اور ان کا پانی دریائے سندھ میں گرتا ہے۔ جس زمانے کا ذکر ہو رہا ہے اس زمانے میں گندھارا پنجاب کا حصہ تھا۔ پھر چندرگپت موریہ کے زمانے میں تو سندھ، بلوچستان، مکران، کابل اور کشمیر بھی پنجاب

کا حصہ گئے۔ محمد بن قاسم کے عہد میں صوبہ ملتان تھا، صوبہ پنجاب تھا ہی نہیں۔ رنجیت سنگھ کے زمانے میں دو پنجاب تھے، ایک کوہی پنجاب اور دوسرا میدانی پنجاب۔

کوہی پنجاب میں کشمیر، لداخ، بلتستان، گلگت، کابل اور پشاور کا علاقہ تھا۔ انگریزوں کے عہد میں صوبہ سرحد اور دہلی پنجاب میں تھے۔ آج کل ایک پاکستانی پنجاب ہے اور دوسرا انڈین پنجاب جو تین حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے یعنی مشرقی پنجاب آج کل ہماچل پردیش، ہریانہ اور پنجاب میں بٹا ہوا ہے۔

آریاؤں اور قدیم عراقیوں یعنی دجلہ و فرات کی وادیوں کے قدیم باشندوں (اسیریائی لوگوں) کی لڑائیوں کا ذکر رگ وید میں بھی ملتا ہے۔ لکھا گیا ہے کہ اندرا دیوتا نے اسیریا کے لوگوں کے شہر اور قلعے (پور) تباہ کیے اور ان کی تدبیر کاری اور جادوگری کو ناکام بنا دیا۔ ظاہر ہے یہ لڑائیاں پنجاب کے شہروں، قصبوں اور میدانوں میں ہوئیں۔ ان لڑائیوں میں ایک طرف آریا لوگ تھے اور دوسری طرف دراوڑ اور اسیریا کے لوگ۔ چنانچہ ڈاکٹر ہال لکھتا ہے کہ ہندوستان کے دراوڑ شکل و شباہت میں قدیم عراقیوں سے ملتے ہیں۔ اپنی کتاب "مشرقِ قریب کی قدیم تاریخ" میں ڈاکٹر ہال نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اسیریائی لوگ ہندوستان سے مشرقِ وسطیٰ میں آئے۔ یہ بات درست ہو یا نہ ہو تاہم یہ طے ہے کہ آریاؤں کے عہد شجاعت میں عراق و عرب اور ہندوستان کے ثقافتی مراسم موجود تھے۔ گویا جنوبی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے ثقافتی روابط کا یہ پہلا دور تھا۔

پنجاب کی آریائی ثقافت

پنجاب کے آریائی ایک ہزار سال تک پنجاب میں ٹھہرے، ان کے قیام سے قدیم دراوڑ ثقافت نابود ہو گئی۔ دراوڑی ثقافت کا پتا اب صرف ہڑپہ اور موہن جوڈرو کی کھدائیوں سے چلا ہے۔ آریاؤں کی پنجابی ثقافت کا علم بھی واضح ہو چکا ہے، یہاں ان کی مادی ثقافت کی کچھ جھلکیوں کا تذکرہ مقصود ہے:

"رگ وید، پاکستان کی قدیم تہذیب و ثقافت کا گراں بہا خزانہ ہے۔ رگ وید کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ مادی آرام و آسائش کے بلند پایہ

لوازم سے لطف اندوز ہوتے تھے، اُن دنوں سامانِ تعیش کی افراط تھی، زیب و زینت کی اشیائے، زر و جواہر اور عمدہ ملبوسات کی بہتات تھی، موسیقی و رقص اور دیگر عمدہ فنون کی تکمیل نے بلند معیار حاصل کر لیا تھا۔

رگ وید میں ایسا کوئی اشارہ موجود نہیں کہ رگ وید کے رشی دنیا کو گناہ اور شر کی آماج گاہ شمار کرتے ہوں، اگرچہ وہ موت کے بعد دوسری طرف کی نعمتوں اور مسرتوں کی ستائش میں گیت گاتے نظر آتے ہیں، لیکن ان کے یہاں دنیا سے فرار اور تیاگ کا کوئی رجحان موجود نہیں۔ ایسے حالات و تصورات میں دنیاوی تفریحات سے ان کی رغبت ایک بدیہی امر ہے۔

رگ وید کے عہد کے ایک مشہور یورپی محقق کیتھ (A.B. Keith.) نے ایک مقالے میں قدرے تفصیل کے ساتھ آریاؤں کے تفریحی اور ثقافتی مشاغل کا ذکر کیا ہے۔ اس نے تحریر کیا ہے کہ آریاؤں کی قدیم تفریحات میں پہلی جگہ رتھوں کی دوڑ کو دی جائے گی جو گھوڑوں سے محبت رکھنے والے سورماؤں کا فطری کھیل ہو سکتا ہے۔ دوسرے درجے پر جُوا (قمار بازی) آتا ہے۔ ان دنوں ناچ بھی عام مروج تھا۔ رگ وید میں دوشیزاؤں کے ناچ گانے کا اکثر ذکر ملتا ہے۔ کیتھ کا بیان ہے کہ بعض تلمیحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر مرد بھی کھلی فضا میں رقص کرتے تھے۔ راگ کا فن بھی ابتدائی عہد کی نسبت بہت ترقی کر چکا تھا۔ پہلے سے موجود تین قسموں کے ساتھ اب بانسری، ستار اور طبلے کی صورت میں پائے جاتے تھے۔ معروف ہندو محققین اور مؤرخین بھی اس ضمن میں اس کے ہم نوا نظر آتے ہیں، رادھا کمود مکرجی نے رگ وید کے زمانے کے لوگوں کے تفریحی مشاغل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رتھوں کی دوڑ، گھوڑوں کی دوڑ، جُوا، ناچ اور راگ ان کا مرغوب ترین مشغلہ تھا۔ ناچ کے ساتھ مجیرا (جھانجھ) کی موسیقی شامل کی جاتی تھی اور ان ناچوں میں مرد اور عورتیں شرکت کرتے تھے۔ سازوں میں ضرب، تار اور ہوا کے تین قسم کے ساز عام مروج تھے، مثلاً طبل (طبلہ) ستار، سات سُروں کی بین اور بانسری۔ رمیش چندر ماجمدار نے ناچ اور راگ کی تفریحات کے علاوہ زیادہ مردانہ صفات اور قومی طبقات میں رواج پذیر کھیل مثلاً مکہ بازی، شکار اور جنگی ناچوں کا اضافہ

کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ خواتین کو ناچ اور راگ میں ملکہ حاصل تھا اور وہ ان فنون میں اپنے کمالات کی نمائش کی شوقین تھیں۔ کوسمبی کا بیان ہے کہ مردوں کی سماجی زندگی کا مرکز "سبھا" ہوتی تھی جس سے مراد لوگوں کا اجتماع اور وہ مقام یا کمرہ ہوتا تھا جہاں لوگ جمع ہوتے تھے۔ قبائلی اجلاسوں کے علاوہ سبھا کو مردوں کے آرام واستراحت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہیں لوگ تفریح طبع کے لیے جوا کھیلتے تھے۔ رگ وید میں آریاؤں کے مرغوب مشاغل میں رتھوں کی دوڑ، مکا بازی، عورتوں کے ناچ وغیرہ کا اکثر ذکر آتا ہے۔

رگ وید کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ناچ گانے کی بہت قدر ومنزلت تھی اور ہر موقع پر ان کی نمائش ہوتی تھی۔ پروفیسر لیوی (LEVI) کی رائے ہے کہ عورتیں کشیدہ کاری کی خوب صورت اور زرنگار شکوہ لباس پہن کر ناچتی تھیں اور اپنے عشاق کو اپنی طرف راغب کرتی تھیں۔ ان دنوں ناچ گانے کے عام رواج کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آریوں کی تجہیز وتکفین کی روایات میں بھی ناچ گانے کی نشان دہی ہوتی ہے۔

رگ وید سے اس امر کی شہادت بھی ملی ہے کہ قدیم جنگلی دور کی نسبت اس زمانے میں نقل اتارنے والے ناچ اور بھی ترقی پذیر تھے۔ رگ وید کی پہلی کتاب میں لڑکیوں کے مذہبی نوعیت کے ناچوں کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دیوتاؤں کی مورتیوں کو بیش قیمت آرائش وزیبائش کے ساز وسامان سے آراستہ کر کے بلند گاڑیوں میں بٹھا کر جلوس نکالے جاتے تھے تو رقاصہ دوشیزائیں بچے تلے قدموں اور پُراسرار حرکات وسکنات کے ساتھ رقص کرتی ہوئی اور ان دیوتاؤں کے کارناموں کے گیت گاتی ہوئی آگے آگے چلتی تھیں۔ ان کے ہر گام ان کی ہر حرکت ان کے سروں پر حلقہ بناتے ہوئے بازوؤں کا انداز، ان کے مچلتے ہوئے جسموں کی ہر جنبش، غرضیکہ ڈرامائی انداز میں ان کے احساسات وجذبات کے مظہر اشارات، اور گانے کے سُر اور تال سے ہم آہنگ ان کی نقل وحرکت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ ارتقا پذیر ذہنوں کے یہ اظہارات وحشی قبیلوں کے تند و تیز جنگلی ناچوں سے بہت ترقی پا چکے ہیں۔ (سہ ماہی "ثقافت" سرما ۱۹۷۶ء اسلام آباد)

آریاؤں کے بعد، عربوں سے پہلے

آریاؤں کے دورِ شجاعت کے بعد مختلف قبیلوں نے پنجاب کے مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ راولپنڈی اور پشاور کے علاقے گندھارا کہلائے، جہلم اور چناب کے درمیانی علاقہ (دوآبہ چج) پر کیکیا قبیلے کے لوگ قابض ہوئے۔ اس علاقہ کا صدر مقام جلال پور تھا۔ مدرا قبیلے نے اپنا تسلط چناب اور راوی کے درمیان قائم کیا، ان کا صدر مقام سکالا یعنی سیال کوٹ تھا۔ نویں صدی قبل مسیح میں ایران کی طرف سے سقفین (شن) پنجاب پر حملہ آور ہوئے۔ انھوں نے دہلی کے قریب کورو کشیتر کے مقام پر کوروؤں کو شکست دی۔ اس شکست کے جلو میں ایران اور افغانستان کی طرف سے کئی قبائل پنجاب میں داخل ہوئے۔ باختر یا بلخ ان حملہ آوروں کے راستے میں تھا، چنانچہ باختر (بلخ) بہت مشہور ہوا۔ اسی دوران میں گندھارا کو ترقی نصیب ہوئی۔ موجودہ ٹیکسلا گندھارا کا صدر مقام تھا لیکن ایران کے ہخامنشی حملہ آوروں کی وجہ سے گندھارا پوری طرح ترقی نہ کر سکا۔

فریدوں پہلا ہخامنشی (ایرانی) فرماں روا تھا جس نے ۵۰۷ ق م میں پنجاب پر حملہ کیا اور پنجاب کو سلطنت ایران کا ایک صوبہ بنایا۔ فریدوں کے بعد سائرس نے عظیم فتوحات کی بنیاد رکھی۔ اس نے ۵۵۹ ق م سے ۵۳۰ تک حکومت کی۔ پنجاب پر حملے کے دوران سائرس کی ران پر زخم آیا جس کے باعث اس کی موت واقع ہوئی۔ سکندر اعظم کا جرنیل نیارکس اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

> "مکران کے لوگوں نے سکندر اعظم کو بتایا کہ سائرس اعظم ہندوستان کو فتح کرنے کے لیے حملہ آور ہوا تھا لیکن راستہ خراب تھا اور سنسان بھی اس لیے اس کی فوج تباہ ہو گئی، اس کی فوج کے صرف سات آدمی بچ سکے۔"

(جغرافیہ، تحریر سٹرابو ترجمہ ہملٹن اور فرلکونر)

سائرس کے بعد دارائے اول (دارا گشتاسپ) ۴۸۶ ق م — ۵۲۲ ق م نے پنجاب کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ گندھارا اور پنجاب کو ۵۱۸ ق م کے بعد فتح کیا گیا کیونکہ نقشِ رستم نام کی چٹان میں دارائے اول کا جو مقبرہ ہے اس پر ۵۱۸ ق م سے پہلے اس کے صرف ۲۳ صوبوں کے نام تھے۔ ۵۱۸ ق م کے بعد دو نام اور

نقش ہوئے، ان میں سے ایک نام ولایت ہند کا تھا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ پنجاب کا قدیم نام ارنہ تھا دارا گشتاسپ نے ۵۰۰ ق م میں اسے پنجاب کا نام دیا سکندر اعظم کی فوجیں ۳۲۶ ق م میں پنجاب پر حملہ آور ہوئیں۔ اس کے بعد پنجاب سیاسی انتشار کا شکار ہوا اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور جاگیروں میں بٹ گیا۔ پورس جس نے سکندر اعظم کا مقابلہ کیا تھا اور شکست کھائی تھی، اس نے چندر گپت موریہ کے ساتھ مل کر فتوحات کا ایک سلسلہ شروع کیا دونوں نے کابل، سندھ، پنجاب، کشمیر، لداخ، بلتستان، گلگت اور کئی دوسرے علاقے فتح کیے۔ آخر چندر گپت موریہ کے وزیر چانکیہ کی سازش سے پورس کو قتل کر دیا گیا۔ چندر گپت موریہ نے یونانی جرنیل سیلوکس کو بھی شکست دے دی۔ وہ پنجاب پر حملہ آور ہوا تھا۔ چندر گپت کے پوتے اشوک (۲۷۲ ق م سے ۲۳۶ ق م تک) نے پنجاب، سرحد، سوات، گلگت، بلتستان، لداخ، تبت، کشمیر، افغانستان غرضیکہ اپنی تمام سلطنت میں بدھ مت کا پرچار کیا۔ بدھ مت کی عبادت گاہیں قائم کیں، کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کیے، اس طرح اس نے ایک نئی ثقافت کی بنیاد رکھی۔ اشوک کے بعد بلخ کے ایک جرنیل منا ندر نے ۱۵۰ ق م میں پنجاب پر قبضہ کیا۔ اسی دوران یونانیوں کی کئی نیم مختار ریاستیں قائم ہو گئیں جن کا خاتمہ یوچیوں نے کیا۔ یہ لوگ وسطی ایشیا سے آئے تھے۔ ان کی ایک شاخ کا نام کشن تھا اس شاخ کا سب سے مشہور فرماں روا کنشک ۱۲۲ ق م میں فوت ہوا۔ پنجاب ایک بار پھر کئی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔ دوسری، تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں پنجاب پر "شاہی" خاندان نے حکومت کی۔ پانچویں صدی خلفشار کی صدی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں ہن قبیلے کے لوگوں نے پنجاب پر قبضہ کیا۔ ان کے ساتھ گوجر بھی حملہ آور ہوئے۔ ساتویں صدی عیسوی میں مکران، بلوچستان اور سندھ پر عربوں کے حملے شروع ہوئے۔

قبل از اشاعت اسلام

ڈاکٹر آر سی۔ مجمدار لکھتے ہیں: "ہندوستان کی اسلامی فتح ان تاریخ ساز واقعات میں سے ایک ہے جس نے بعد کے ادوار پر مستقل اثر ڈالا۔ آریاؤں کے حملے کے بعد تاریخ ہند کا سب سے اہم واقعہ ہندوستان کی اسلامی فتح کو گردانا جا سکتا ہے۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے آٹھ سال کے اندر اندر عرب، شام، عراق، فلسطین، شرق اردن اور مصر کو فتح کر چکے تھے۔ شمالی افریقہ کی فتح ۷۰۹ء تک مکمل ہوئی۔ سپین ۷۱۳ء تک فتح ہو چکا تھا۔ ۷۳۲ء تک عرب فرانس کے قلب تک پہنچ گئے تھے۔ ۶۳۶ء تک ایران عربوں کے زیر اہتمام آ گیا تھا۔ ۶۴۴ء تک عرب ہرات تک پہنچ گئے تھے۔ ۶۵۰ء تک عرب ہندوکش کے علاقوں اور ریاستوں کو زیر نگیں کر چکے تھے۔ ۶۵۰ء تک بلخ اور سمرقند کے مالک مسلمان تھے۔ چنانچہ چینی سیاح ہیون سانگ کو یاترا کے لیے بلخ اور سمرقند کا راستہ چھوڑ کر کاشغر، یارقند اور ختن کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اس وقت کابل، جلال آباد، پشاور اور بنوں پر ہندوؤں کی حکومت تھی اور سارے ملک کو کابیسی کہا جاتا تھا۔ ایران کے حکمران مکران اور کرمان پر قابض نہیں تھے لیکن ہیون سانگ لکھتا ہے کہ مکران پر ایران کا قبضہ ہے جو غلط ہے۔ مکران اور کرمان پر سندھ کے ہندو حکمرانوں کا قبضہ تھا۔ دراصل سندھ کے ماتحت تین صوبے تھے، مکران (لنگ کی لو) ملتان اور قلات جسے چینی سیاح کنگ کیانگ لکھتا ہے اور عرب اسے القیقان کا نام دیتے ہیں۔ آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ایران، افغانستان اور ہندوستان پر "شاہی" خاندان کے شاہی تگین کا قبضہ تھا۔ اس امر کا ثبوت بعض سکوں سے ملا ہے۔ آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں زابلستان (یعنی غزنی قندھار کا علاقہ) اور ملتان پر واسو دیو کا سکہ چلتا تھا۔ خراسان کا صوبہ ایران اور ہندوستان کے درمیان تھا اور اس صوبے کی وجہ سے دونوں ملکوں میں کوئی بار تنازعہ بھی ہوا۔ قصہ مختصر پنجاب، سندھ، بلوچستان، مکران، کرمان، غزنی، قندھار، کابل، ہندوکش، چترال، گلگت، ہنزہ، نگر، تبت، لداخ، بلتستان، کشمیر، باغستان، پکھلی، ہزارہ پر ہندو حکمران تھے۔ دراصل "شاہی" خاندان کی یہ حکومت تاتاری تھی لیکن تاتاری ہندو ہو چکے تھے۔

بلوچستان پر حملے

المدائنی، الطبری، البلاذری، اسنخری، المقدسی، ابن حوقل، میر محمد معصوم، علی کوفی، ولیم میور، سردار خان گشکوری، ایلیٹ اور مجمدار کی تحریروں سے جو تاریخی اور جغرافیائی حقائق سامنے آتے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بلوچستان پر عربوں نے حملے

کیے ہیں! نئیج نامہ بھی ثابت کرتا ہے۔ بلوچستان کو بلوچستان کا نام نادر شاہ افشار نے دیا تھا۔ اس وقت طوران (قلات) القیقان (نل) ارمابیل (لس بیلا) مکران شال کوٹ) کوئٹہ (سیوس) سبی (کنز پور) (پنجگور) قندابیل (گندھاوا) اور مستونگ کے علاقے بلوچستان میں شامل تھے۔

۱۵ ہجری (۶۳۶ عیسوی) میں عمان کے گورنر عثمان بن ابی العاص الثقفی نے تھانہ (نزد بمبئی) بھروچ (گجرات) اور دیبل (سندھ) کی ساحلی بندرگاہوں کے خلاف بحری مہمات روانہ کیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ خشکی کے راستہ بلوچستان اور سندھ پر حملہ کیا جائے۔ ابن اثیر کی تاریخ الکامل میں مرقوم ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں ۲۳ ہجری (۶۴۴ء) میں حاکم بن امر التغلبی نے مکران فتح کیا۔ حاکم نے مال غنیمت میں ہاتھی بھی حضرت عمر کو بھجوائے۔ ۳۹ ہجری میں مکران کے کچھ اور خطے فتح کیے گئے۔ فاتح تھے حاکم بن جبالا العبدی۔ اس کے بعد جھلاوان میں نال یا نل کو فتح کیا گیا، فاتح تھے حارث بن مرالعبدی حضرت معاویہ کے عہد میں ۴۴ ہجری میں مہلب بن ابی صفرہ نے پھر مکران پر حملہ کیا۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں مکران کا گورنر عبداللہ بن صفار عبدی کو مقرر کیا گیا۔ انھوں نے قلات پر حملہ کیا اور ترکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ عبداللہ بن صفار عبدی کے بعد مکران کے گورنر سنان بن سلمیٰ بن محبق الماذنی مقرر ہوئے۔ ان کے بعد نل یا نال پر الجدیدی العزدی مکران میں عرب فوجوں کے میر سپاہ مقرر ہوئے انھوں نے نل یا نال پر حملہ کیا اور اسے زیر کیا۔ اس کے بعد وہ میدان (ماہی گردن) سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور ان کی جگہ عبید بن زیاد نے لی۔ انھوں نے چاغی اور قندھار کو فتح کیا۔ عبید کے بعد ابوالاشعث بن جاردو العبدی کو مکران کا گورنر مقرر کیا گیا، انھوں نے خضدار فتح کیا۔ اشعث کے بعد ابن حری الباہلی کو مکران اور بلوچستان میں عرب فوجوں کا سالار اعظم مقرر کیا گیا، ان کے بعد عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا حاکم بنایا حجاج بن یوسف ۷۵ ہجری مطابق ۶۹۵ عیسوی عراق کا گورنر مقرر ہوا، سعید کے بعد مجاع بن سیر تمیمی کو مکران کا گورنر بنایا گیا۔ اور ان کے بعد محمد بن ہارون بن نزرہ النمیری المعروف مکرانی کو مکران کا حاکم اعلیٰ بنایا گیا، مکرانی

کو مکران کا گورنر بنایا کے وقت بھی مکران کا گورنر تھا

سندھ میں اسلام

محمد بن قاسم نے ۷۱۱ء میں سندھ فتح کیا۔ سندھ کی فتح ایک وسیع تر خطۂ ارض کی فتح تھی کیونکہ ۷۱۱ء کا سندھ آج کے سندھ سے کئی گنا وسیع تھا۔ راجہ داہر کے سندھ میں چار صوبے تھے:

۱۔ سندھ خاص

۲۔ اسکندرہ

۳۔ ملتان

۴۔ مکران

صوبہ ملتان میں مشرقی پنجاب، شمالی پنجاب اور جنوبی پنجاب شامل تھے، گویا سندھ کی شمالی سرحد کشمیر سے ملتی تھی اور سیالکوٹ کا ضلع بھی سندھ میں شامل تھا۔ چچ نامہ کی تفصیلات کے مطابق کانگڑہ کے قریب علاقہ چنبہ صوبہ ملتان میں شامل تھا اور محمد بن قاسم نے اپنے ایک ساتھی جرنیل جنید کے ہمراہ الکیراج پہ حملہ کیا تھا۔ چچ نامہ، فتوح البلدان اور کئی دوسری مستند تاریخوں کے حوالے سے پتا چلتا ہے کہ عربوں کا الکیراج کانگڑہ سے تقریباً بتیس میل مشرق کی طرف تھا، جس کا عرض بلد ۳۲ اعشاریہ ۳ شمال اور طول بلد ۷۶ اعشاریہ ۱۴ مشرق ہے۔ گویا محمد بن قاسم اور جنید نے کانگڑہ کلو اور چمبہ سے آگے بڑھ کے حملہ کیا۔ الکیراج جالندھر کے قریب بھی تھا۔ شاید یہ بات بتانے میں کوئی ہرج نہیں کہ راجہ داہر کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا جے سیا پناہ کے لیے پہلے الکیراج پہنچا۔ الکیراج کے بادشاہ درہر کی بہن نے اس سے شادی کا خیال ظاہر کیا۔ جے سیا نے انکار کیا تو درہر کی بہن نے اسے قتل کرنے کی سازش تیار کی۔ جب جے سیا کو علم ہوا تو وہ بھاگ کر کشمیر چلا گیا، اس کے ساتھ پانچ سو شامی مسلمان بھی تھے، جن کا قائد حمیم شامی تھا۔ یہ شامی مسلمان جے سیا کے محافظ دستے میں شامل تھے۔ اس تفصیل کا مقصود یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی فتح سندھ صرف آج کے سندھ تک محدود نہ تھی، اس فتح سے پنجاب کا گوشہ گوشہ نورِ اسلام سے منور ہوا اور اسلامی تہذیب د

ثقافت کی استواری کے لیے زمین ہموار ہوئی۔

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ "پریچنگ آف اسلام" میں لکھتے ہیں کہ ملتان تبلیغی تحریک کا مرکز تھا۔ عربی فتوحات کے ابتدائی ایام میں جب محمد بن قاسم نے سندھ میں اسلامی حکومت (۷۱۲ء میں) قائم کی تو ملتان عالم اسلام کا ایک سرحدی شہر بن گیا۔ عربوں کے دور حکومت میں جو تین سو سال پر محیط ہے بہت سے لوگوں نے قدرتی طور پر فاتحین کا مذہب اختیار کر لیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی دعوت پر سندھ کے کئی ہندو شہزادے بھی مسلمان ہو گئے۔ سادندری کے لوگوں نے جب محمد بن قاسم کی اطاعت اختیار کی تو ان کو اس شرط پر امن و امان دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کی مہمانداری کریں گے اور ان کو عسکری ضرورت کے لیے گائیڈ مہیا کریں گے۔ چنانچہ اس واقعہ کے ایک سو سال بعد فتوح البلدان کا مصنف البلاذری لکھتا ہے کہ اُس (مصنف) کے زمانے میں سادندری کے لوگ مسلمان تھے۔ خود محمد بن قاسم کے مراسلات میں ہندوؤں کے مسلمان ہونے کا اکثر ذکر ملتا ہے۔

پنجاب میں اشاعت اسلام

سندھ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے پنجاب بھی فتح کیا۔ منصورہ سندھ کا اور ملتان پنجاب کا صدر مقام تھا۔ اشاعت اسلام کے اسباب کی طرف سطور بالا میں مجملاً اشارہ کیا گیا ہے، دیگر وجوہ میں اسلام کے بہتر پیغام، اسلامی تعلیم کی سادگی، وحدانیت، حج کی اہمیت، نماز باجماعت کا پُرشکوہ اور موثر نظارہ، رمضان کے روزوں کی اہمیت، مسلمانوں کی مذہبی رواداری، مسلمانوں کی خوش اخلاقی، نیک عادات اور یہ بات کہ اسلام دین فطرت ہے شامل ہیں۔

پنجاب میں عربوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد قرامطہ نے اقتدار پکڑا۔ قرامطہ کا سب سے پہلا داعی سندھ میں ۸۸۳ء میں آیا تھا، جس نے ۹۷۷ء میں ملتان پر قبضہ کیا۔ اسے فاطمی حکومت نے بھیجا تھا جس نے ۹۷۷ء میں ملتان پر قبضہ کیا۔ فاطمی حکومت قرامطی حکومت تھی جو سندھ اور پنجاب میں برسر اقتدار آئی۔ محمود غزنوی نے جو ۹۹۹ء میں تخت کا وارث بنا، ملتان کے قرامطہ کو شکست دینے کے لیے ملتان پر حملہ کیا۔ محمود کے سترہ حملے مشہور ہیں، حالانکہ محمود نے ہندوستان پر اُنیس حملے کیے۔

مؤرخ ان دو حملوں کا ذکر چھوڑ جاتے ہیں جو اس نے کشمیر پر کیے اور برف باری کی وجہ سے ناکام رہے۔

یہ حقیقت ہے کہ دسویں صدی عیسوی میں ملتان میں عرب کے قریشی امیروں کی حکومت تھی جو مذہباً باطنی یعنی قرامطہ تھے۔ محمود غزنوی نے پنجاب کا الحاق ۱۰۲۲ء میں کیا۔ لاہور صدر مقام بنایا گیا اور ایاز پنجاب کا گورنر مقرر ہوا۔ ہندو شاہی خاندان کے بادشاہ جے پال کے خاتمے کے ساتھ پنجاب سے ہندو اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ محمود غزنوی کے حملوں سے اسلام سندھ پنجاب اور گجرات میں عظیم ترین قوت کی شکل میں ابھرا اور پھر سارے ہندوستان میں اشاعت اسلام کا کام آسان ہو گیا۔ محمود غزنوی کے خاندان کا اقتدار ۱۱۸۶ء میں ختم ہوا اور اس کی جگہ غوری خاندان نے لی۔ شہاب الدین غوری نے اجمیر کے راجپوت حکمران پرتھوی راج کو شکست دی اور یوں ہندوستان سے ہندو راج کا خاتمہ ہو گیا۔

محمود غزنوی بہادر جرنیل اور قابل منتظم بھی تھا اور علم و فن کا سرپرست بھی۔ اسے فن تعمیر سے بھی بے حد شغف تھا، اس نے کئی عمارات تعمیر کیں جن میں مسجدیں بھی شامل تھیں۔ اس کے دور میں کئی مبلغ اشاعت اسلام کے لیے پنجاب میں وارد ہوئے۔ محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کے حملوں سے پنجاب میں بالخصوص اور ہندوستان میں بالعموم اسلامی ثقافت کے دروازے وا ہو گئے۔ صوفی، عالم، شاعر، واعظ، خطیب اور مبلغ دعوت اسلام کے لیے جوق در جوق پنجاب اور دہلی کا رخ کرنے لگے، اور یوں اسلامی علوم و فنون کے دریا کا رخ ملتان اور لاہور کے علاوہ دہلی، آگرہ اور لکھنؤ کی طرف بھی ہو گیا۔

دینی ادب

دینی ادب سے مراد شرعی ادب ہے یعنی ایسا ادب جس سے شریعت اسلامیہ کا عرفان حاصل ہو۔ فقہی مسائل کی وضاحت ہو تاکہ اسلام کے تہذیبی افکار اور ثقافتی عوامل کو کماحقہ جذب کیا جا سکے۔

پنجاب میں دینی ادب کے مبلغوں میں سب سے پہلا نام نوشاہ گنج بخش (۱۵۵۲ء ۔ ۱۶۵۴ء) کا ہے۔ وہ مبلغ اور واعظ تھے اور ان کے ہاتھ پر بے شمار ہندوؤں نے اسلام

قبول کیا، ان کے پانچ مواعظ "مواعظ نوشاہ" کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ وہ شاعر تھے انھوں نے اذکار و افکار اور وظائف و اوراد بھی نظم کیے ہیں۔ کتاب کا نام ہے: "گنج الاسرار"۔ آپ کا اردو کلام "گنج شریف" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں ان کی پنجابی شاعری "پنجابی کلیات" کے نام سے معرض اشاعت میں آئی ہے۔ "مواعظ نوشاہ" پنجابی زبان کی اولین نثری کتاب خیال کی جاتی ہے۔

مغل شہنشاہ اکبر الدین اکبر نے دین الٰہی کا پرچار کیا تو اس کے ردعمل کے طور پر بہت سا دینی ادب وجود میں آیا۔ عیدی کودھن نے ۱۰۰۸ء میں فقہ کا رسالہ "مہندی" تحریر کیا جسے بعد میں "فرائض بابو" کا نام دیا گیا۔ اس میں اسلام کے ارکان، فرائض احکام اور شرائط کا تذکرہ ہے۔ نماز، غسل، غسل کی قسموں، عیدوں، صدقوں اور دوسرے اسلامی اعمال و افعال کا ذکر شعری زبان میں لکھا ہے:

رسالہ "مہندی" میں روزوں کا ذکر یوں آیا ہے ؎

روزے ماہ رمضان دے سمجھے فرض پچھان
سبھناں کارن نیتاں فرض کیتا رحمان
چھوڑن کھاون پیونا کرنا ترک جماع
ایہہ روزہ بجھ توں نال قیاس سماع

مولوی عبداللہ عبدی لاہوری نے جہانگیر اور شاہجہان کے عہد میں فقہ کے بارے میں رسالے منظوم کیے اور ان کا نام "باراں انواع" رکھا جو یہ ہیں (۱) تحفۃ الفقہ (۲) خلاصہ معاملات (۳) علوم (۴) معرفت الٰہی (۵) خیر العاشقین کلاں (۶) نص فرائض (۷) خیر العاشقین خورد (۸) سراجی (میراث) (۹) حصار الایمان (۱۰) صیقل اول (۱۱) صیقل دوم (۱۲) تحفہ جدید۔ ان میں سے ایک کتاب نص فرائض کا ایک معنیٰ خیز شعر ملاحظہ ہو ؎

ایہہ باب ہدائے وچ خلاصے خزانے وچ برہانے
غرائب وچ مسعودی قنیہ محیط تتارخانے

اس شعر میں ہدایہ، خلاصہ برہان، غرائب، مسعودی، قنیہ، محیط اور تتارخان کتابوں کے نام ہیں اور ان کتابوں میں فقہ کے مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ مولانا نے

یہ سب کتابیں پڑھ کر بارہ انواع تحریر کیے، تاکہ مسلم، نو مسلم اور غیر مسلم اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہوں۔

کسی زمانہ میں ایک شاعر دولت علی نے نور نامہ تصنیف کیا۔

عبداللہ لاہوری کے ایک معتقد درویش محمد نے ایک کتاب بہ عنوان "فرائض درویش محمدی" تحریر کی جو ایک یادگار کتاب ہے اور مدت تک مدرسوں میں پڑھائی گئی۔

حافظ برخوردار عالم بھی تھے اور شاعر بھی۔ انھوں نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۱۰۸۱ھ میں "فرائض درشہ" کے نام سے کتاب لکھی۔

مولوی عبدالکریم جھنگوی نے ۱۰۸۶ھ میں ایک کتاب "نجات المومنین" لکھی جو اسلامی درس گاہوں میں پڑھائی جاتی تھی۔

خواجہ فرد فقیر گجراتی نے اسی عہد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "روشن دل"۔ اسے بھی اسلامی درس گاہوں میں پڑھایا جاتا تھا۔

گجرات کے مولوی حبیب عرف فقیر درزی نے ۱۱۱۴ھ میں فقہ اسلامی پر دو کتابیں لکھیں، ایک کا نام تھا "اخبار الآخرت" اور دوسری کا نام "فقہ اصغر" تھا۔ دونوں منظوم کتابیں ہیں۔

عبدالرحمٰن منہاس نے ۱۱۴۱ھ میں "بحر المسائل" کے نام سے کتاب تحریر کی۔

مولوی محمد سعید چک نے علم قرأت پر رسالہ تحریر کیا۔

قرأت کے فن پر دو رسالے "سراج القاری" اور "شیریں قرأت" ۱۳۱۱ھ میں حافظ اکرم بن حافظ امان اللہ بن الباری بن ابوالفضل بن فتح اللہ بن مخدوم عثمان بن مخدوم نصیر الدین نے تصنیف کیے۔ حافظ اکرم کے بزرگ ملتان سے گجرات کے گاؤں ٹھٹھی آگئے تھے۔

حافظ برخوردار رانجھا (ولادت ۱۰۳۰ھ) سرگودھا کے قریب تخت ہزارہ کے نزدیک مسلمانی والا گاؤں کے رہنے والے تھے۔ سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ بعد رسول نگر (لاہور) آگئے۔ آخر چٹی شیخاں متصل سیالکوٹ میں قیام کیا۔ ان کا مرتبہ بحیثیت عالم بہت بلند تھا۔ فقہ اسلامی اور شرع اسلامی پر ان کے تحریر کردہ پنجابی رسالے یہ ہیں: شمس العلوم، بحر العلوم، فقہ اجمال، مفتاح المصلّی، نجات المسلمین،

شرف النکاح، تنبیہ المفسدین، رسالہ نماز، نہر العلوم، سایہ اصلی، میزان شریعت، مفتاح الفقہ، مسئلہ بانگ و نکاح، رسالہ بوہل نماز، شرح خلاصہ کیدانی، مفتاح السعادت اور سراج المعاملات۔ یہ تمام رسائل فقہ اسلامی کا انسائیکلو پیڈیا ہیں۔

اس دور میں عبداللہ لاہوری عرف برخوردار نے ۱۱۳۹ھ میں رسالہ ذبح نامہ لکھا۔ حاجی نور محمد شیر گڑھی نے ۱۱۴۰ھ میں "میت نامہ"۔ علاول خان ولد درویش محمد نے حنفی فقہ پر رسالہ مقدمۃ الانوار، مولوی محمد عابد وزیر آبادی نے ۱۱۹۴ھ میں عقیقے پر منظوم رسالہ عقیقہ، محمد فقیر ۱۱۸۷ھ میں "راست گفتار" اور غلام نبی نے ۱۲۴۰ھ میں فقہ کے مسائل پر کتاب "جامع الوجوہات" تحریر کی۔

حافظ موضع چک سکندر ضلع گجرات نے "معرفت الآخرت"۔ خواص پور (گجرات) کے واصل گجراتی نے ۱۱۴۴ھ میں "مباشرت نامہ"۔ سید محمد مخدوم مائی ساکن چک لکن جالی لاداں متصل پنڈ دادن خان نے ۱۲۵۰ھ میں رسالہ "کسب نامہ نعلین دوزی" اور محمد یار ولد پیر محمد ساکن کوٹ کالی بار رانجھیاں والی متصل تخت ہزارہ نے ۱۱۹۴ھ میں آخر بخش نامہ اور نافع الصلوٰۃ تحریر کیے۔ صاحب سیف الملوک میاں محمد بخش (ولادت ۱۲۴۶ھ) کی تحریر شدہ کتابیں تحفہ رسولیہ، ہدایت المسلمین اور پنج گنج۔

امام بخش قریشی موضع سیاں والا ضلع سیالکوٹ (ولادت ۱۷۸۰ء وفات ۱۸۶۳ء) نے ایک دلچسپ کتاب "بدیع الجمال" تصنیف کی۔ یہ کتاب فقہی مسائل کے متعلق ہے۔ انداز دلچسپ ہے۔ سیف الملوک کی محبوبہ بدیع الجمال اس سے شرعی مسائل پوچھتی ہے اور وہ جواب دیتا ہے۔ آخر کار بدیع الجمال مسلمان ہو جاتی ہے۔

مولوی نور محمد ولد چوہدری جھنڈا قوم جویا ساکن رانیاہ (تحصیل سرسہ ضلع حصار) نے آب حیات، خطبات مولود، شہباز شریعت، چراغ شریعت، حوز بند شریعت اور مفاد شریعت کے نام سے کتابیں تصنیف کیں۔

حافظ خان محمد سیالکوٹی نے سکھ عہد میں یعنی ۱۲۴۲ھ میں رسالہ "مفید العلماء" اور دیگر یہ رسالے تحریر کیے۔ رسالہ ارکان الایمان، رسالہ ارکان اسلام، رسالہ شرائط الایمان، رسالہ صفت الایمان، رسالہ بناء الاسلام، رسالہ ردّ کفر، رسالہ نافع المومنین

رسالہ صد سی مسئلہ، رسالہ حل مشکل، رسالہ تہذیب القرآن، رسالہ ادائے الحروف، رسالہ حد علم فقہ، رسالہ فاتحہ خوانی، نصیحت نامہ، تفسیر سورۂ یٰسین، رسالہ حضرت یوسف علیہ السلام اور شرح درود مستغاث لکھے۔

غلام محی الدین قصوری (دت ۱۳۰۲ھ) نے مسائل حج، احمد ناظم قلعہ داری نے ۱۲۵۲ھ میں فقہ کے مسائل پر "ارشاد الجاہلین" حافظ پسروری نے ۱۲۸۰ھ میں رسالہ "فتح القلوب"۔ بہادر شاہ ولد حافظ عظمت اللہ نے "رسالہ راحت الفقرا"۔ خدا بخش نے ۱۲۶۸ھ میں بدعت نامہ دھونکل اور عبد الغنی نے ایک رسالہ "کوٹھا اسلام دا" تحریر کیا۔

حافظ محمد لکھوی (۱۲۰۲ھ تا ۱۳۱۲ھ) نے پنجابی میں بہت سی کتابیں لکھیں فقہ پر ان کی دو کتابیں "انواع محمدی" اور "انواع بارک اللہ" بہت مشہور ہیں۔ حافظ محمد لکھوی کی روایت کو نبی بخش حلوائی، خدا بخش واعظ، مولوی حبیب اللہ اور مولوی نور احمد نے اور زیادہ استوار کیا۔

مولوی محبوب عالم ولد مولوی محمد بارہ ولد غلام محمد الحکیم نے ستر المومنات، فوائد بسم اللہ، تہذیب الصلوٰۃ، شرح خلاصہ کیدانی، ترتیب الصلوٰۃ، ہدایت نامہ، عقد نامہ اور آداب الفقرا کے عنوانات سے رسالے تحریر کیے۔

مولوی محمد اعظم قریشی ساکن غازی گوہر تحصیل بھمبر ضلع میرپور نے ۱۳۴۲ھ میں نماز کے مسائل پر "نماز اعظم"، مولوی نور احمد نے فقہی رسالہ، اور محمد دین ساکن رودکی (دگجرانوالہ) نے رسالہ جمعہ، رسالہ چوہڑیاں اور رسالہ سیاپہ فقہ کے مسائل سے متعلق تحریر کیے۔

مولوی دل پذیر بھیروی (وفات ۱۸۷۵ء) نے "انواع دل پذیر" کے عنوان سے فقہ کے مسائل پر کتاب تصنیف کی ان کے دو اشعار ہے

جے لکھ برساں جیوے کوئی اوڑک ہک دن مرنا
آب حیات جے پیوے کوئی اوڑک ہک دن مرنا
لکھ آسودہ ہوے کوئی اوڑک ہک دن مرنا
بھاویں شاہ سدیوے کوئی اوڑک ہک دن مرنا

پنجابی زبان کا یہ دینی ادب اسلام کی تہذیب و ثقافت کا بہترین نمونہ ہے اس ادب کے ذریعے قارئین کی فکری نہج درست ہوئی اور ان کے فکر و خیال میں راستی، بالیدگی اور عظمت پیدا ہوئی۔ اسلام کے عقائد و ارکان، عبادات و معلومات کا شعور حاصل ہوا اور یوں یہ بات اسلام کے ثقافتی حسن کی دلیل ثابت ہوئی۔

قرآن کریم کی تفاسیر اور تراجم

قرآن فہمی اور قرآن شناسی کے میدان میں پنجابی زبان میں جو کام ہوا اس کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ تمام معارف اسلامیہ کے سوتے قرآن کریم سے پھوٹتے ہیں اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے تمام مظاہر و عناصر اور اسرار و رموز قرآن ہی کے سایہ فضل و کمال میں اجاگر ہوتے ہیں

اوّلین ترجمہ

قرآن کریم کی جس سُورت کا پنجابی منظوم ترجمہ سب سے پہلے ہوا وہ ہے سورۂ یوسف۔ اور مترجم ہیں حافظ برخوردار۔ یہ ترجمہ ۱۰۹۰ھ میں مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر کے عہد سے متعلق اس عالم نے کیا:

قصہ جوڑ مرتب کیا برخوردار بچارے
جاں نوے سال ہزاراں اُتّے کامل گذرے سارے
میں نیناں دے نال پروتے چن چن لال لِگانے
تاں ایہہ ہار مرتب ہویا عالمگیر زمانے

تفسیر محمدی

یہ تفسیر حافظ محمد لکھوی کی تحریر کردہ ہے۔ اس کا امتیاز یہ ہے کہ قرآن کریم کی پہلی اور مکمل پنجابی تفسیر ہے۔ تفسیر منظوم ہے اور بڑی بڑی سات جلدوں میں ہے ؎

لکھ لکھ ثنا تعریفاں تینوں سچیا سائیاں
جو دل میرے دیاں آرزوواں توں فضلوں اج پہنچائیاں
میں عاجز کم قوت، بڈھا، صرف تیری توفیقوں

ختم ہوئی تفسیر محمدؐ واضح بالتحقیقوں

تفسیر نبوی

مفسر ہیں مولوی نبی بخش (۱۸۵۰ء/ ۱۹۴۵ء) یہ تفسیر اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق لکھی گئی ہے اور اس کے لکھنے کے دوران صحیح بخاری تفسیر روح البیان اور چند دیگر کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ کتاب پنجابی نثر اور نظم میں ہے اور کئی جلدوں میں ہے۔

قرب رضا رب بہت صالح عمل کماؤ
راضی رب جنہاں وچ ہووے ہر اوہ عمل کماؤ
اے مومنو رب تھیں ڈرو تے اوس ول پھڑو وسیلہ کائی
تے کرو جہاد خدا دے راہ ناں پاسو تسیں رہائی

تفسیر دلپذیری

یہ تفسیر مولوی دلپذیر بھیروی کی لکھی ہوئی ہے۔ مولوی صاحب نے اس تفسیر کے علاوہ سورہ والضحیٰ اور سورہ الکوثر کی تفسیریں بھی الگ الگ لکھی ہیں۔ سورہ والضحیٰ کا عنوان ہے: "اکرام محمدی"۔

تفسیر فیروزی

یہ تفسیر مولوی فیروز الدین فیروز ڈسکوی (۱۹۰۷-۱۸۶۴ء) کی لکھی ہوئی ہے لیکن مکمل نہیں صرف چھ پاروں کی تفسیر ہے۔ اس میں پہلے چار اور آخری دو پارے شامل ہیں۔ اس تفسیر کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مفسر دوسرے مذاہب کی تعلیمات سے بھی آگاہ ہے ؎

تے ایہہ پیغام نازل ہویا اوپر ایس پیغمبر
وعظ نصیحت ہے ایہہ سارا شک نہ اِس دے اندر
اوہناں دا انجام نہ چنگا اندر روز جزائیں
کفر گناہ اپنے دی پاون اوہ نہے سخت سزائیں

فیروز الدین فیروز کی ایک اور تصنیف "چراغ روشن مع تفسیر سورہ مریم" ہے۔ یہ کتاب تفسیر بھی ہے اور فقہی مسائل پر مشتمل بھی۔

قصص المحسنین

یہ مولوی عبدالستار (۱۹۳۱ء-۱۸۲۳ء) نے لکھی ہے۔ یہ نامکمل تفسیر ہے اس میں قرآن پاک کی تمام آیات کریمہ شامل نہیں ہیں۔ تفسیر حمد و نعت سے شروع ہوتی ہے۔ اردو ترجمہ بھی ساتھ دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور نمرود سے متعلق دو اشعار ہے

جلدی آتش نوں اوس ویلے حکم دتا رب سائیں
ٹھنڈی ہو مت دکھ پچاویں میرے دوست تائیں
وچ مصیبت جد اوہ حضرت غیر شریک نہ لیایا
کرن روایت ایسے کارن رب خلیل بنایا

احسن القصص

حافظ برخوردار کی تحریر کردہ اس تفسیر کا ذکر اوپر آ گیا ہے۔ یہ صرف سورہ یوسف کی تفسیر ہے اور اسے پنجابی ادب کی اولین منظوم تفسیر کا امتیاز حاصل ہے۔

تفسیر سورہ رحمٰن

اس تفسیر کے مفسر ہیں مولوی نورالدین ہے

ہے رحمان اساڈا مالک روزی دیون والا
جس اساڈی طرفے گھلیا فرقان سکھاون والا

تفسیر رحمانی

یہ تفسیر مولوی محمد حبیب اللہ (۱۹۵۴ء-۱۸۷۱ء) نے تحریر کی ہے اور یہ صرف نو پاروں کی تفسیر ہے۔ مولوی محمد حبیب اللہ نے اس میں پہلے اُردو ترجمہ کیا، پھر پنجابی ترجمہ کیا اور اس کے بعد پنجابی میں منظوم تفسیر تحریر کی ہے

شروع کراں پڑھ نام خدا دا ایہہ تفسیر قرآنی
رحمت رحم زیادہ جس دا خلق امر دا بانی

تفسیر سورہ الرحمٰن

مولوی فضل دین کی لکھی ہوئی ہے۔ تفسیر میں عربی اور فارسی کے الفاظ و تراکیب کی بھرمار ہے۔ آیات کے معانی دیے گئے ہیں ترجمے کیے گئے ہیں اور بعد

میں منظوم تفسیر لکھی گئی ہے ؎

صفت جمالی ذات الٰہی اسم رحمان پچھانوں
بے منت بے محنت دیوے برکت نام رحمانوں

احسن القصص

یہ سورہ یوسف کی تفسیر ہے اسے مولوی غلام رسول (۱۸۴۹ء - ۱۸۹۲ء) نے تحریر کیا۔ یہ تفسیر حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی کو منظوم داستان کے طور پر پیش کرتی ہے اور عوام میں بے حد مقبول ہے، اس کی شہرت کا یہ عالم ہے کہ لوگ آج بھی چوپال میں بیٹھ کر سنتے ہیں اور سر دھنتے ہیں، ایک شعر ؎

سُنئی جوانو ظلم کمایا یوسف نے فرمایا
یوسف نایئں باجھ گناہاں تساں عذاب پہنچایا

پنجابی نظم و نثر میں قرآن کریم کے جو ترجمے ہوئے ہیں اُن کی تفصیل درج ذیل ہے:

قرآن مجید مترجم نامعلوم : یہ ترجمہ مکمل ہے لیکن مترجم کا نام درج نہیں اس کے طابع ہیں میاں محمد چٹو۔ مطبع صدیقی لاہور۔ کل صفحات ۹۴۶ ہیں۔ بعض محققوں کا خیال ہے کہ یہ ترجمہ عبداللہ چکڑالوی نے کیا ہے اور انھوں نے بوجوہ اپنا نام نہیں دیا۔

قرآن مجید ترجمہ نثر پنجابی : مترجم ہیں مولانا ہدایت اللہ۔ یہ ترجمہ ۱۳۰۵ھ میں ہوا اور پنجابی ادبی لیگ لاہور نے اسے ۱۳۸۹ھ میں شائع کیا۔ کل صفحات ۲۰۴ ہیں۔ ترجمہ اہتمام سے چھاپا گیا ہے اور زبان خوب صورت ہے۔

باغ بہشت عرف پنج گنج قادری : مولوی غلام قادر بنڈوروی کا یہ ترجمہ صرف اِن آیات کریمہ کا ہے : سورہ یٰسین، سورہ مزمل، سورہ نوح، سورہ الرحمٰن، سورہ ملک۔ ترجمہ اردو نثر اور پنجابی نظم میں کیا گیا ہے۔ ایک شعر ؎

ہیں تو ساڈا مرسل سچا اس وچ شک نہ کائی
تے راہ سدھے اُتے گھلو دن دے پیغام الٰہی

انتخاب التفاسیر : یہ ترجمہ قرآن کریم کے ساڑھے چار پاروں کا ہے۔ ترجمہ اردو اور پنجابی نثر میں کیا گیا ہے۔ ترجمے کی زبان عام فہم اور سادہ ہے نثر

کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو: "سب تعریف واسطے اللہ دے جو پالن والا جہاناں دا، وڈّھا مہربان تے وڈی رحمت والا۔ جزا دے دن دا مالک"۔

باغ بہشت عرف پنج گنج دلپذیر: ان آیات کے مترجم مولوی دلپذیر بھیروی ہیں۔ یہ قرآن کریم کی منتخب پانچ سورتوں کا ترجمہ ہے جو یہ ہیں: سورۂ یٰسین، سورۂ نوح، سورۂ عم، سورۂ الواقعہ اور سورہ ملک۔ ترجمہ پہلے اردو نثر میں ہے اور پھر پنجابی نظم میں جو سادہ اور سلیس ہے۔

نورانی شعلے: یہ قرآن کریم کے پہلے پارے کا ترجمہ ہے اور مترجم ہیں حکیم مولوی محمد علی فائق (۱۹۱۲ء - ۱۹۷۲ء) حکیم مولوی محمد علی فائق نے آیات کریمہ لکھنے کی بجائے ان کے نمبر درج کیے ہیں۔ ترجمہ منظوم پنجابی میں ہے۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔

پارہ الم: یہ بھی قرآن کریم کے پہلے پارے کا ترجمہ ہے۔ ترجمہ پنجابی نثر میں ۴ ۵ صفحات میں ہے اور مترجم ہیں عبدالمجید فاروقی، ترجمے کی زبان ٹھیٹھ پنجابی ہے۔

پنجابی میں سیرت نگاری

اس موضوع پر راقم الحروف کی گیارہ اقساط روزنامہ "امروز" لاہور میں شائع ہوئیں۔ ان اقساط کا ملخص پھر راقم الحروف کی سیرت پاک پر پنجابی کتاب "چن عربوں چڑھیا" کے باب اول کے طور پہ شائع ہوا جو ۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ذیل میں اس ملخص کا ملخص پیش کیا جاتا ہے:

پنجابی زبان میں سیرت طیبہ میں پہلی کتاب حافظ برخوردار رانجھا (مترجم قصیدۂ بانت سعاد) کی ہے۔ کتاب کا نام ہے "حکایت پاک رسولؐ دی"۔ یہ کتاب ڈاکٹر وحید قریشی اور پروفیسر احمد حسین قریشی قلعداری (گجرات) کی لائبریریوں میں موجود ہے۔ حضورؐ کی شان میں پہلا پنجابی شعر بابا گورو نانک دیوجی وفات ۱۵۶۹ء کا ہے

ص صلاحت محمدؐی مکھ ٹھیں آکھو نت
خاصہ بندہ سجیا سر متراں ہو مت

اس نعتیہ شعر کے بعد پنجابی میں مشہور صوفی شاعر شاہ حسین (وفات ۱۵۹۳ء) نے نعت لکھی۔ دو اشعار ملاحظہ ہوں: ؎

عشق نبی سرور دے بینوں ڈاہڈا چٹیک لایا جے
زلفاں کھول پراگن ہوئیاں گھر گھر الکھ جگایا جے
زلف والیل تے مکھ والشمس بینوں سوہنا نظریں آیا جے
ورنگ زلیخا دے بیں اڑبو رو درد حال وکھایا جے

یہ اشعار شاہ حسین کی طبع شدہ کافیوں میں موجود نہیں ہیں، البتہ یہ علی بخش ظہور (گلوکار) کی آواز میں ریڈیو پاکستان لاہور کی ٹیپ لائبریری میں موجود ہیں۔

"تحفۂ رسولیہ" مولوی غلام محی الدین قصوری (پیدائش ۱۷۸۸ء) کی فارسی نظم ہے جو حضورؐ کی سیرت پاک پر ہے۔ اس کی مقبولیت کے پیش نظر مولوی غلام رسول ساکن عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ نے "شارق الانوار" کے عنوان سے اس کا پنجابی میں ترجمہ کیا، بعد ازاں مولوی محمد اشرف ساکن گلیانہ ضلع گجرات نے بھی اس کا پنجابی ترجمہ کیا۔ اس نظم میں سے حضورؐ کے چند معجزات کا ترجمہ نجم الدین فائز (گجرات) نے کیا، مولوی محمد عالم قلعداری نے نظم کے کچھ حصے ترجمہ کیے۔ "تحفۂ رسولیہ" کے عنوان سے میاں محمد بخش نے بھی ایک نظم تحریر کی جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔

محمد یار ولد پیر محمد ساکن کوٹ کاکی ضلع سرگودھا نے ۱۱۹۴ھ میں "آفرینش نامہ" تحریر کیا۔ ہیر رانجھا کی داستان کے مشہور عالم شاعر سید وارث شاہ ساکن جنڈیالہ شیرخاں ضلع شیخوپورہ (پیدائش ۱۱۳۵-۴۰ھ کے درمیان) نے امام بوصیری کے قصیدہ بردہ کا ترجمہ پنجابی میں کیا۔ یہ عربی زبان کا قصیدہ جو سب سے زیادہ مقبول اور شہرت یافتہ ہے شرف الدین محمد البوصیری نے بحدود ۶۹۴ھ مطابق ۱۲۹۶ء میں تحریر کیا۔ امام بوصیری مصر کے رہنے والے تھے۔ سید وارث شاہ قصیدہ بردہ کا آغاز یوں کرتے ہیں: ؎

جاں چیت آون میرے تائیں ساتھی ذی سلم دے
نین میرے رت ہنجو رودن مارے درد الم دے
جاں ادہ ٹھنڈی واؤ جھلی سی محبوباں دی داؤں
بلا ایہہ بجلی چمکی آہی رات اندھی اس جاؤں

اکھیں نوں منع کراں نہ رووُ ڈھائیں ڈھائیں
دل نوں صبر قرار نہ دیواں ہیں پردو تویں سمجھن ناہیں

قادریار موضع ماچھی کے نزد ایمن آباد (ولادت ۱۸۰۲ء وفات ۱۸۹۲ء) نے معراج نامہ لکھا جو بہت مقبول ہوا۔ حکیم احمد یار موضع سوہدرہ تحصیل وزیر آباد ضلع گجرات (ولادت ۱۷۶۸ء وفات ۱۸۴۵ء) نے سیرت پاکؐ پر پانچ قصے تحریر کیے۔ عنوانات ہیں: جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، تولد نامہ، وفات نامہ۔ مولوی محمد مسلم (ولادت ۱۸۵۵ء وفات ۱۸۸۰ء) لدھیانہ کے رہنے والے تھے، پھر جالندھر آگئے۔ انھوں نے ساری عمر اشاعت اسلام کے لیے وقف کیے رکھی۔ سیرت پر وہ جو کتاب لکھتے تھے اس کو "گلزار" کہتے تھے۔ انھوں نے چار گلزاریں تصنیف کیں: گلزار آدم، گلزار موسیٰ، گلزار سکندری، گلزار محمدیؐ۔ گلزار محمدیؐ حضورؐ کی سیرت پر منظوم کتاب ہے جو ۱۹۳۳ء میں جالندھر سے شائع ہوئی۔ چند اشعار ؎

جاں ہجرت تھیں نبیؐ نوں ہویا ستواں سال
خیبر اندر ہویا آہا جنگ جدال
خیبر اک مکان سی اس وچ قلعہ شدید
اوہ مدینے شہر تھیں منزل اٹھ بعید
وچ مدینے نبیؐ نے کیتا ایہہ فرمان،
اصحاباں نوں اپنے جلدی کرو سامان
ہو سوار مدینیوں حضرت ہوئے روان
چوداں سو ہور نبیؐ دے ہویا ساتھ جوان
اٹھویں دن جا اپڑے خیبر وچ حضورؐ
اترے گرد دے قلعہ دے غازی ہو مسرور

سید فضل حسین شاہ (ولادت ۱۸۲۷ء وفات ۱۸۹۰ء) نے ۱۲۶۰ھ میں حضورؐ کے معجزوں کے متعلق تحفۂ فضل تحریر کیا۔ حافظ محمد مطیع اللہ نے قصیدہ بردہ کا پنجابی میں منظوم ترجمہ کیا۔ وہ سمواں شریف کے رہنے والے تھے اور میاں محمد بخش کے پیر خانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حافظ خان محمد سیال کوٹی کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ انھوں

نے قصیدہ بانت سعاد کی پنجابی میں منظوم شرح تحریر کی۔ شہیدی (وفات ۱۲۴۴ھ) نے قصیدہ بردہ کا پنجابی میں منظوم ترجمہ کیا۔ چند اشعار : ؎

اوّل حمد ربّے نوں آکھاں پچھوں نعت پیغمبر
چوداں طبق بنائے جس نے نالے دھرت اڈمبر
جوڑ کے سارے قلماں کیجن بیلے کاہی کاہی
بحر سمندر ڈیکاں نالے نریاں ہون سیاہی
آدم جن ملائک سارے ہر شے لکھن لائیں
اوہ نعت نبیؐ دی لکھ نہ سکن روز قیامت تائیں

مولوی غلام نبی کلانوری (ولادت ۱۸۳۴ء وفات ۱۹۲۹ء) نے معین الدین کاشفی کی تحریر کردہ سیرت "معارج النبوت" کا منظوم ترجمہ کیا جو چار جلدوں میں شائع ہوا۔ ترجمے کا نام "گلزار احمدی" ہے۔ مولوی روشن دین روشن موضع گھمن حوز د ضلع گورداس پور (ولادت ۱۸۳۴ء وفات ۱۹۲۲ء) نے حضورؐ کی شان میں آٹھ قصے لکھے جن میں حضورؐ کی سیرت پاک پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عنوانات یہ ہیں: شمع محمدی، سراج محمدی، باغیچہ محمدی، دامن محمدی، شان محمدی، نظارۂ محمدی، ہجرت محمدی اور فضائل محمدی۔

مولوی محمد حسین احمد آبادی ضلع سرگودھا میں قصبہ بھیرہ کے رہنے والے تھے انھوں نے "معجزات محمدی" کے نام سے سیرت پاکؐ پر کتاب تحریر کی۔ پیر بنیک عالم نے امام بوصیری کے قصیدہ بردہ کا منظوم پنجابی ترجمہ کیا : ؎

پاک محمدؐ نبی اساڈا سرور جن بشر دا
جنہاں نوں رب شاہی بخشی ساری عرب عجم دی
اوحبیب پیارا رب دا جس دی آس شفاعت دی
ہر دم درد مصیبت اندر محکم سانوں جم دی
صورت سیرت دے وچ شاہاں سب تھیں فائق ہویوں
تاں حبیب بنایا باری کرے نظر رحم دی

مولوی محمد اسماعیل (ولادت ۱۸۶۰ء وفات ۱۹۲۶ء) نے تین کتابیں 'نشان محمدی'

چراغ محمدیؐ اور بیان محمدیؐ تحریر کیں۔ بظاہر نظر آتا ہے یہ سیرت کی کتابیں ہیں، لیکن دراصل یہ شرعیات کی ذیل میں آتی ہیں اور ان میں وعظ و تبلیغ کے موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔ مولوی کرم دین عرف مولوی از ہر بھیروی ولادت ۱۸۷۲ء نے حضورؐ کی سیرت پر "گلزار محمدیؐ" تحریر کی۔ مولوی دل پذیر بھیروی نے حضورؐ کی سیرت پر چار کتابیں تصنیف کیں: گلزار محمدیؐ، اکرام محمدیؐ، معجزات محمدیؐ اور گلدستۂ معجزات۔ ان کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ یہ آخری عمر میں قادیانی ہو گئے تھے۔ محمد بخش قریشی امرتسری نے "سوانح عمری رسول مقبول دی" لکھی جو بازار میں دستیاب ہے۔ مولوی کریم بخش بدر کشمیری بازار لاہور کے تاجر کتب تھے، ان کا ایک مخطوطہ "تذکرۃ الانبیا" موجود ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام گلزار آدم، گلزار نوح، گلزار خلیل، گلزار موسیٰ، گلزار داؤد اور گلزار محمدیؐ لکھا گیا ہے۔ اس مخطوطے کی کتابت ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:

منہ اپنا ہیں لکھ لکھ واری دھوواں نال گلاباں
تد ہیں ذکر محمدؐ لکھ کے حصہ لواں ثواباں

مولوی ولی محمد کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہیں ان کی مشہور کتاب "المغازی" کا ترجمہ ہے جس کا نام "غزوات اسلامیہ" رکھا گیا ہے۔ صرف ترجمہ ہی نہیں اس میں مولوی ولی محمد نے اضافے بھی کیے ہیں۔ کتاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات سے شروع ہو کر واقعہ کربلا پر ختم ہوتی ہے۔

پنجابی زبان کی پہلی نثری کتاب جو سیرت پاک پر چھپی وہ سیوا سنگھ امرتسری کی "حضرت محمد جی صاحب دا پوتر جیون" ہے جس کے ایک سو چھتیس صفحات ہیں اور برٹش انڈیا لائبریری میں محفوظ ہے۔ عبد اللطیف عارف موضع گھڑتل ضلع سیالکوٹ کی کتاب کا عنوان ہے "خیر البشر عرف کملی والا"۔ سیرت پاک پر یہ ایک مقبول اور مؤثر کتاب ہے۔ ولایت امرتسری شاگرد منشی محمد دین سوختہ امرتسری نے سیرت پر "توحید دا باغ" کے نام سے پنجابی نثر میں کتاب شائع کی۔ یہ ایک عام سی کتاب ہے حافظ مولوی حاجی محمد اسماعیل (قصور) نے شرعیات پر تین کتابیں تحریر کیں جن میں سے ایک "نور اسلام" ہے۔ اس کتاب میں حضورؐ کی سیرت اردو نثر میں لکھی گئی ہے اور پھر بعد میں پنجابی نظم میں بیان کی ہے۔ چوہدری فضل حق سب جج چکوال نے ۱۹۳۲ء میں "سیرت الحبیب"

کے عنوان سے پنجابی نظم میں سیرت طیبہ پہ کتاب تحریر کی۔ مولوی نبی بخش حلوائی نے کئی کتابیں تحریر کیں، ان میں سے ایک کتاب "شفاء القلوب" ہے جس میں حضورؐ کے فضائل و کمالات درج ہیں۔ کتاب میں حضورؐ کا حلیہ شریف بھی درج ہوا ہے۔ بنیادی طور پر یہ کتاب درود پاک کے فضائل پہ ہے۔ مولانا عبدالکریم قزلبشی نے تین رسالے سیرت پاک کے متعلق تحریر کیے: عنوان ہیں (۱) روح المیلاد فی ذکر المیلاد (۲) صلح نامہ حدیبیہ (۳) تاریخ فتح مکہ۔

دائم اقبال دائم کی منظوم پنجابی کتاب "کمل پوش" ایک مقبول کتاب ہے، سائز بڑا ہے صفحات ۲۰۸ ہیں، کاغذ گھٹیا ہے، کتابت خراب ہے، پروف ریڈنگ کمزور ہے۔ تاہم یہ ایک مشہور کتاب ہے اور لاکھوں کی تعداد میں بک چکی ہے۔ حضورؐ کی ولادت پر چند اشعار: ؎

بارہ ماہ ربیع الاولیوں سی دنیا وچ بشیر النذیر آیا
نور پیر ویلے پیروار لوڑی پار دو وہاں جہاناں دا پیر آیا
افضل درّ یتیم کریم اکرم ہو یتیم عربی خوش تصویر آیا
کامل اکمل جمال کمال والا دالی وال سراج منیر آیا

ملک غلام سرور کنجاہی نے حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی طرز پر پنجابی نظم میں "شاہنامہ اسلام" تحریر کیا۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور سیرت پہ ایک پُروقار تصنیف ہے۔ ایم۔ حبیب اللہ فاروقی نے ۱۹۶۲ء میں آنرز اِن پنجابی کے طلبا کے لیے سیرت پاک پہ ایک کتاب لکھی جس کا نام "نبیاں دا سردار" ہے۔ یہ کتاب نثر میں ہے۔ نثر کی دوسری کتاب حکیم عبدالکریم ثمر کی "سچی سرکار" ہے۔ فقیر محمد فقیر کی کتاب کا نام ہے "پنج ہادی"۔ اس میں حضورؐ اور حضورؐ کے چار صحابہ کبارؓ کی سیرت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر مہر عبدالحق کی کتاب "کونین دا والی" ملتان میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ میری کتاب "چن عرلوں چڑھیا" بھی اسی سال کوئٹہ سے شائع ہوئی۔ قدر آفاقی کی سیرت پر کتاب "مکی مدنی ماہیؐ" طباعت کے مراحل میں ہے۔

پنجابی نعت:۔ پنجابی میں حضور ختمی مرتبتؐ کی شان میں نعتیہ ادب

وضیع بھی ہے اور عوامی بھی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں : ؎

فذر نبیؐ دا ایہہ کی جانن دنیا دار کمینے
فذر نبیؐ دا جانن والے سو ل گئے وچ مدینے،

تینڈی سواری یا نبیؐ عرش بریں تے گئی اے
ویکھ کے جلوہ طور دا موسیٰ نوں ہوش نہ رہی اے

اگر پنجابی نعتیہ ادب کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے، بابا گورونانک دیوجی مہاراج نے حضورؐ کی شان میں نعتیہ اشعار بیان کیے۔ بابا گورونانک (ولادت ۸۶۴ھ وفات ؟) کے دو اشعار : ؎

م محمد من توں توں من کتاباں چار
من خدائے رسول نوں سچائی دربار

اسی شعر کو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۲۰ پر یوں لکھا گیا ہے ؎

م مرشد من توں من کتاباں چار
من تو اک خدائے نوں سچائی دربار

اسی شعر کو جنم ساکھی منی سنگھ ص ۱۰۵، اور جنم ساکھی حافظ آباد والی ص ۲۵۶ میں یوں لکھا گیا ؎

م منع ہے خود روی کیے پیرڈے چل
دان نہ کیتو نانکا تاں ماریا جاسی چھل

ظاہر ہے سکھ کاتب حضرات نے سہواً یا عمداً شعر میں ردوبدل کیا ہے۔ دوسرا شعر یہ ہے : ؎

ص صلاحت محمدیؐ مکھ ہمیں آکھونت
خاصہ بندیا سچیا سِر متراں ہومت

یہ شعر جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۲۰ پر ملتا ہے، اسے جنم ساکھی حافظ آباد والی ص ۲۵۶، اور جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۱۰۵ پہ یوں لکھا گیا ہے ؎

ص صبر کر جیت منا جو پہنچے رزق نصیب بھوکھ، روگ جن لایا سو کی حق طبیب

تفصیل درکار ہو تو ابوالامان کی کتاب "گورو گرنتھ صاحب اور اسلام" دیکھئے۔ یہ کتاب ۱۹۶۰ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے شائع ہوئی تھی۔

بابا نانک کے دو اشعار اور ملتے ہیں جو بہت مشہور ہیں : ؎

نام لیو جس اچھّر کا چوگن کر یو جا
دو ملا یئو پنج گنا بیسو د یو اڑا
باقی کر یو نو گنا دو اور دیو ملا
ایس بدّھے توں نانکا نام محمدؐ آ

ملا عبدی کو دھن (وفات ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۸ء) : ؎

پہلوں حمد خدا نوں تّتھی بعد صلوات
لکھاں خاصے رسول نوں بہت تہنیت ساتھ
جو ہے وچ پیغمبراں سبھناں دا سردار
اوس محمدؐ ناؤں ہے خالق دا مختار

مولوی محمد عبداللہ لاہوری (وفات ۱۰۷۵ھ/ ۱۶۶۴ء) : ؎

بجھ محمدؐ مصطفیٰ مرسل جان صحیح
اُس جن ملائک آدمی خلقت سبھ مطیع

نوشہ گنج بخش (وفات ۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۳ء) : ؎

رہے من کاہے کو دولت ہے ہمرے پکھ پال محمدؐ جی ہیں
پاک رسولؐ پریم کے پھول اچھے مکھ لال محمدؐ جی ہیں
دین پناہ ادھین پناہ سبھی سکھ پال محمدؐ جی ہیں
دُکھ نہ لاگت ہے جن کے دکھ ٹال محمدؐ جی ہیں

دولت علی (زمانہ شاہ جہان) : ؎

نور نامہ اس نام ہے جو اول نوروں پایا
او آہا نور رسولؐ دا خود سرور فرمایا
نور محمد دُرّ وچ صورت ہو ر بٹھایا
ہک آہا رُکھ یقین دا تس تے مور بٹھایا

ربّا بخش فقیر نوں حرمت نبی رسولؐ
برکت کلمے پاک دی کریں تُس قبول

بابا بُلھے شاہ قصوری (وفات ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء) : ے

احد احمدؐ وچ فرق نہ بُلھیا
رتی اک بھیت مروڑی دا
اک رانجھا بنیوں لوڑی دا
اک رانجھا بنیوں لوڑی دا

فرد فقیر (وفات ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء) : ے

خوبی نبی کریم دی ویکھ شمائل پڑھ
روئے مبارک بدر تھیں آہا روشن تر

عبدالکریم جھنگوی (وفات ۱۰۸۶ھ/۱۶۹۲ء)

سب ثنا خدائے نوں جیسندا کُل جہان
بہت درود رسول نوں لتھا جس فرمان

صدیق لالی (وفات ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء) : ے

آل اولاد نبیؐ نوں ہووے لکھ ہزار درودے
کُل نبیاں صلوات، ایہہ رات دناں مقصودے

فقیر درزی (وفات ۱۶۹۲ء) حافظ برخوردار رانجھا (وفات ۱۷۴۱ء) مقبل (وفات ۱۷۴۱ء) حامد شاہ عباسی (ولادت ۱۷۴۰ء) احمد یار مرالوی (وفات ۱۸۴۵ء) اور سید وارث شاہ (وفات ۱۷۶۶ء) کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں ستر ھویں صدی اور اٹھارھویں صدی میں حضور کی شان میں اشعار کی کمی نہیں لیکن باقاعدہ نعت کا آغاز بیسویں صدی میں ہوا اور میاں محمد بخش (وفات ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۷ء) نے باقاعدہ نعت لکھی۔

چند اشعار : ے

واہ کریم اُمت دا والی مہر شفاعت کردا
جبرائیل جہے چا نبیاں دا سر کردا

او محبوب حبیب ربانان حامی روز حشر دا
آپ یتیم یتیماں تائیں ہتھ سرے پر دھردا
جے لکھ وارین عطر گلابوں دھوئے نت زباناں
نام اُنہاں دے لائق نہیں کیہہ قلمے دا کانا
صدر نشین دیوان حشر دا افسر وچ اماماں
کُل نبی محتاج اُنھاں دے نفراں وانگ غلاماں

مولوی غلام رسول عالم پوری (وفات ۱۸۹۲ء) : سہ

جوہر عرض وجود خلائق اصل اصول کمالی
امت خیر اُمم دا والی نام محمدؐ عالی

مولوی دلپذیر بھیروی (ولادت ۱۸۷۵ء) : سہ

لکھ صلوات سلام تحیت اوپر شاہ ابراراں
جس دی شفقت تمام فرشتے بولن پیاراں
احمد تے محمود پیارا سبھ کُل سرداراں
مالک کوثر والی امت شافع اوہ گنہگاراں

محمدؐ بوٹا گجراتی (وفات ۱۹۳۰ء) : سہ

صفت نبیؐ دی لکھن کولوں قلم میری شرماوے
ایہہ پر جوش طبیعت اندر گھمر گھمر کے پھر آوے
ہر ہر لُوں وچ میرے جے کر لکھ لکھ ہون زباناں
تاں وی ہووے تعریف نہ بھالویں گزرے لکھ زمانا
اہل نصیب جیب الٰہی سر تے چتر لولاکی
ہوئے سلامی سلامی جس دے نوری ناری خاکی
نہ ہویا نہ ہوسی اگوں پاک محمدؐ جیہا
چتر لولاکی لما خلقتہ سر تے جھلدا رہیا

پیر مہر علی شاہ : سہ

ما احسنک ما اکملک ما اجملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

پیر فضل شاہ گجراتی (وفات ۱۹۷۲ء) : ۵

بھلیو بھلی وچ جگ دے ہین سوہنے سوہنے نہیں پر میری جناب ورگے
اوہ جدھے پسینیاں وچ ہلے رکھے گئے نیں عطر گلاب ورگے
چہرہ ماہ کنعان دا دیکھ کے تے ماہ وشاں نے انگلیاں چیر لیاں
اوہدی اک انگشت دا ویکھ جلوہ سینے چاک کر لین مہتاب ورگے
چھپ کے کئی واری اوہدی بزم اندر رہندا پے چانداں چناں ورگیاں نوں
جا کے کئی واری اوہدی بارگاہے دیوے پیٹے بالن آفتاب ورگے
اجے ہین کجھ ہجر دے سال باقی اجے دور نے ساعتاں وصل دیاں
اجے فضل تیرے کچے ہین ہنجو ہوئے اجے نہیں سرخ عناب ورگے

نعتیہ ادب میں محمد بوٹا، ملکھی رام، بابو ہمدم، بابو شرف، راقب قصوری، عبدالغفور ازہر، سعید جعفری، چراغ دین، مسلم اولیسی، اکبر وارثی، محمد دین سفری علیمی امرتسری اور محمد بخش قریشی کے نام مشہور ہیں۔

پنجابی نعت اس وقت بھی لکھی جا رہی ہے اور نعت گو شاعروں کے امام ہیں حفیظ تائب۔ دوسرے نامور اور ممتاز نعت گو حضرات کے نام ہیں: اعظم چشتی، صائم چشتی، ظہیر صدیقی، احمد حسین قریشی قلعداری، بشیر نیازی، سبطِ اسحاق، فقیر قادری، راز کاشمیری، عارف عبدالمتین، رشیدہ سلیم سیمیں، افضل منہاس، احمد ظفر، بشیر منذر، رشید انور، عابد نظامی، ناجد صدیقی، اختر امام رضوی، اکبر کاظمی، سائیں حیات پسروری، سلطان محمود آشفتہ، ساجد علوی، منظور وزیر آبادی، اختر کاشمیری، غلام مصطفی بسمل، یونس احقر، عبدالکریم قدسی، احسان اکبر، ناہید شاہد، قمر یزدانی، اسماعیل متوالا، مرزا احمد بیگ، لطیف فتح پوری، بشیر حسین ناظم، محمد علی ظہوری، یوسف نگینہ، شکیلہ جالی، اجمل نیازی، ضمیر جعفری، راجہ رشید محمود اور احمد ندیم قاسمی۔

اس موضوع پر تفصیلات کے لیے دیکھیے "پنجابی نعت" مرتب: حفیظ تائب

اور "جدید پنجابی نعت" مرتب : عصمت اللہ زاہد۔

صوفیانہ شاعری

مسلمانوں میں تصوف کے تین مکاتب فکر ہیں :

۱۔ تصوف کی بنیاد قرآن اور حدیث قدسی (الفقر فخری) ہے، اس خیال کی تائید ولبر فورس کلارک اور موسیو لوئی ماسی نوں نے کی ہے۔ اس مکتب کا نمائندہ حسین بن منصور حلاج ہے۔

۲۔ تصوف نو فلاطونیت کے فلسفے کی تبدیل شدہ صورت ہے۔ آریائی عجمی ذہن سامی النسل عربوں کے خدا کا تصور قبول نہیں کرتا تھا۔ اس ذہن نے فلاطینوس سے خدا کا سریانی تصور لے کر تصوف کی بنیاد رکھی، یہی وجہ ہے کہ صوفیا کی اکثریت عجمی ہے۔ نکلسن اور براؤن اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔

۳۔ ڈوزی اور فان کریمر کے خیال میں تصوف میں بدھ مت اور ویدانت کی تعلیمات کا اثر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صوفیوں نے ریاضت کا تصور عیسائی راہبوں سے لیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال بھی تصوف پر بدھ مت کے اثر کا ذکر کرتے ہیں۔

پنجابی زبان اور سرائیکی بولی کی صوفیانہ شاعری جنوبی ایشیا میں بے حد معتبر خیال کی گئی ہے۔ یہ وحدت الوجود یا ہمہ اوست یا ہر میں ہر کی شاعری ہے۔ علی عباس جلال پوری اپنی کتاب "وحدت الوجود تے پنجابی شاعری" میں لکھتے ہیں :۔

پنجابی کے صوفی شاعروں کو فارسی شاعروں اور ہندی، بنگالی بھگت شاعروں پر اس بات کی برتری حاصل ہے کہ پنجابی صوفی شاعروں کے کلام میں تصوف کے حوالے سے یونانی اشراقی اور بھگتی تحریک کے راستے سے ویدانت کی تعلیمات جمع ہو گئی ہیں۔ فارسی کے شاعر ویدانت اور بھگتی تحریک سے بے خبر رہے اور بنگالی بھگت شاعر یونانی اور اشراق کی تعلیم سے فیض نہ پا سکے۔ یوں پنجابی کی صوفیانہ شاعری کو منفرد اور بلند مقام دیا جا سکتا ہے کہ پنجابی صوفی شاعروں کی شاعری میں مشرق و مغرب کی تین تعلیمات کا سنگ میل ملتا ہے۔

۱۔ یونانی سریت اور اشراق

۲۔ ہندی ویدانت اور بھگتی تحریک
۳۔ مسلمانوں کا تصوف اور عرفان

پنجابی زبان (بشمول سرائیکی) کے نامور صوفی شاعروں کے کلام کا احاطہ اس فرصت میں ممکن نہیں۔ موضوع کے اعتبار سے اس کی ضرورت بھی نہیں کہ پنجابی کی صوفیانہ شاعری میں ہندی ویدانت اور بھگتی تحریک کا اثر نمایاں ہے۔ تاہم صوفیانہ دوہڑا، کافی اور سی حرفی پنجابی عوام میں بے حد مقبول ہے۔

پنجابی کے نامور صوفی شعرا کے نام یہ ہیں: بابا فرید گنج شکر (ولادت ۱۱۷۵ء وفات ۱۲۷۵ء) فرید ثانی (وفات ۱۵۵۳ء) شاہ حسین (پیدائش ۱۵۳۹ء وفات ۱۵۹۹ء) سلطان باہو (پیدائش ۱۶۲۹ء وفات ۱۶۹۰ء) بلھے شاہ (ولادت ۱۶۸۰ء وفات ۱۷۴۶ء) وارث شاہ (ولادت ۳۴-۱۱۳۵ء کے درمیان) علی حیدر (ولادت ۱۶۹۰ء وفات ۱۷۸۵ء) فرد فقیر (ولادت ۱۷۲۰ء وفات ۱۷۹۰ء) سچل سرمست (ولادت ۱۷۳۶ء وفات ۱۸۲۶ء) ہاشم شاہ (ولادت ۱۷۵۲ء وفات ۱۸۲۱ء) قادر بخش بیدل سندھی (ولادت ۱۸۱۴ء وفات ۱۸۷۲ء) اور خواجہ فرید (وفات ۱۹۰۱ء)

پنجابی قصّے

قصہ پنجابی زبان کی مقبول صنف ہے۔ پنجابی میں قصہ ہمیشہ منظوم لکھا گیا۔ پنجابی کے جدید ترین دور میں قصہ کی جگہ افسانہ اور ناول نے لے لی ہے۔ ہیر وارث شاہ بھی قصہ ہے اور پورن بھگت بھی قصہ ہے۔ لیکن دونوں میں فرق ہے۔ ہیر کی داستان تصوف کی طرف لے جاتی ہے اور پورن بھگت کا قصّہ ہمیں ہندو تعلیمات کا رخ دکھاتا ہے۔ اسی طرح راجہ رسالو کا قصہ شجاعت و شہامت کے گن گاتا ہے اور داؤد بادشاہ کا قصہ مسلمانوں کی بہادری اور دلیری کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

پنجابی میں ایسے قصّوں کی کمی نہیں جو اسلامی ثقافت کی خوبیوں کو اجاگر کرتا ہوں، ان میں سے چند قصے یہ ہیں۔ قصہ امیر حمزہ، قصہ داؤد بادشاہ، داستان یوسف زلیخا، قصہ سسّی پنوں، قصہ لیلیٰ مجنوں، قصہ سیف الملوک، قصہ روڈا جلالی، قصہ اصغر و صغرا، قصہ ہیر رانجھا، قیامت، بہشت نامہ، حاکم نامہ،

قصہ شاہ بہرام، قصہ بدیع الجمال، قصہ گل صنوبر، قصہ شیریں فرہاد، قصہ مصری، قصہ تمیم انصاری، قصہ شاہ منصور، قصہ شیخ صنعان، قصہ محمود و ایاز، قصہ سخی خواص، قصہ ابراہیم ادہم، قصہ حاتم طائی، قصہ شہزادی بلقیس، قصہ شہزادی نور اقبال، قصہ دل خورشید، قصہ خورشید جہاں اور قصہ شاہ شمس تبریز۔

پنجابی کے جس قصے میں کسی رزم کا بیان ہو اُسے وار کہا جاتا ہے۔ ذیل میں وار داؤد بادشاہ سے دو اشعار دیے جاتے ہیں : ؎

دُلدل حضرت علی کا ہو گیا تیارا
اُتے پائیاں کاٹھیاں منہ دتا گنڈیالا
پچھے دلدل دے بیٹھ کے ہو گئے اسوارا
دیوار ٹپائی باغ دی کر گئے اُتارا

لوک ادب

پنجابی لوک ادب میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی جھلکیاں عام نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس لوک گیت میں بچے کی تعلیم کے لیے اُسے مسجد کا آنگن دکھایا جاتا ہے نہ کہ سکول کا دروازہ : ؎

نِکیا چھورا وے توں ناں وَڑ مسیتے
قاعدہ لئی چل نالے توں آپ چا کے
کالے اُتے ریَ نالے پھُمن کالے
گوری دے کنیں جھُڑیاں والیاں
ویکھن آئیاں ڈھولے دیاں سالیاں

علاقہ پوٹھوار کے ایک گیت کے چار بول : ؎

نیکی نا کم کریو گوڑا ایہہ ڈٹھا جہان
دنیا چار دہاڑے جنتاں وچ پکا مکان
نیکی نا کم کریو ایتھے نہیں رہنا جیتی
پنج پڑھو نمازاں پھیرا پانے رہو مسیتی
رکھو ربّ اُتے یقین دلوں چھٹ چھوڑ ویدیتی

سن کے ایہہ ہوا دور ہو ویسی پلیتی
نیک عمل کمایئو رب ہوسی مہربان
دنیا چار دہاڑے جنتاں وچ پکا مکان

پنجابی لوک شاعری کی ایک صنف بولی ہے جو بے حد مقبول ہے۔ ان تین بولیوں کا موضوع بھائی ہے۔ بہن خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے بھائی عطا کیا جائے ؎

اِک ویر دیویں وے ربّا
سونہہ کھان نوں بڑا جی کردا

دو ویر دیویں وے ربّا
اک منشی ، اک پٹواری

دو ویر دیویں وے ربّا
بیٹوں ساری عمر دے ماپے

ایک اور بہن بھائی کی آرزو یوں کرتی ہے، تاہم اس کی آرزو میں دُعا بھی شامل ہے : ؎

دے دے ربّا سوہنیا ساڈے گھر اک بال
پیو دی وی آس اے ماں دی وی آس
کھیڈے ساڈے ویہڑے وچ نِکا جیہا بال
دُدھ ورگا چِٹا ہووے مکھ تے سیندور ہووے
سونے رنگے ہوون اوہدے لمے لمے وال
صدقے میں جاواں اوہدے شگن مناواں اوہدے
پیلی وچوں جدوں آوے پیو دے نال

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی بچیاں طلع البدر علینا کہہ کر آپؐ کا خیر مقدم کرتی ہیں اور یوں خوش آمدید کہتی ہیں : ؎

چڑھ چڑھ چناں وے توں کر رُشنائیاں
کالیاں راتاں ساڈے رب مُکائیاں
پرتے نے دن رُتاں سوہنیاں آئیاں
وگیاں نیک ہوائیں
وگیاں نیک ہوائیں وے ہادیا تیریاں دُور بلائیں

چن چن چڑھیا چن چودھویں رات دا
دس پیا رستہ اکھیں صاف نجات دا
مِٹ گیا دنیا اُتوں ناں ظُلمات دا
فضل کیتا رب سائیں
فضل کیتا رب سائیں وے ہادیا تیریاں دُور بلائیں

دیکھو نی ڈاچی گوڈا کِنھے نوایا
ابو ایوبؓ تائیں رب وڈیایا
بیبیوں نہ کدھرے اج چال چایا
دس پیاں اجڑیاں جائیں
دس پیاں اجڑی جائیں وے ہادیا تیریاں دُور بلائیں

چلو نی سیّو چل سیس نوائیے،
اکھیاں دا قدماں ہیٹھاں فرش وچھائیے
قدماں دے اُتوں مُڑ گھول گھمائیے
پیکیاں سوہریاں تائیں
پیکیاں سوہریاں تائیں وے ہادیا تیریاں دُور بلائیں

پنجابی لوک گیتوں میں اسلام کے تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی عناصر کی کمی نہیں ہے
ضرورت اس بات کی ہے کہ لوک ورثہ کے محقق اس طرف توجہ دیں۔ اسی طرح

لوک کہانیوں، لوک کہاوتوں، لوک بجھارتوں، لوک محاوروں اور لوک موسیقی میں اسلام کی تہذیبی، ثقافتی، معاشرتی اور تمدنی تاریخ کے مختلف گوشے وا ہوتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اسلامی لوک ادب کو تحریر میں لایا جائے۔

دیس پیار

وطن عزیز سے کون پیار نہیں کرتا؟ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر اہلِ شرک انھیں مجبور نہ کرتے تو وہ مکہ نہ چھوڑتے۔ پنجابی ادب میں بھی وسیع تر معنوں میں دیس پیار (Love For Land) کا موضوع ملتا ہے اور اس موضوع پر پنجابی نظم و نثر میں خاصا کام ہوا ہے۔ میرا اپنا ناول "سانجھ" جو آج سے بیس پچیس سال پہلے لکھا گیا، اسلامیانِ ہند کی جد و جہد آزادی کے موضوع پر ہے اور قیامِ پاکستان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ناول میں خالصتاً اسلامی نقطۂ نظر واضح کیا گیا ہے۔ ۱۹۶۵ء میں جب پاکستان پر حملہ ہوا تو اس وقت دیس پیار کے موضوع پر بے حد جاندار شاعری ہوئی۔ تمام مشہور اور ممتاز شعرا نے دیس پیار کے گیت لکھے جو رسالوں اور اخباروں میں بھی چھپے اور ابلاغِ عامہ کے دوسرے ذرائع نے بھی استعمال کیے۔ ذیل کے اشعار میں علامہ اقبال" کے حوالے سے دیس پیار کا ذکر ہوا ہے ؎

چارے کوٹاں ساڈیاں ہند اندر ساڈے ویریاں ڈاہڈیاں ملیاں سن
ہندو سکھ انگریز تے ٹوڈیاں نوں اساں اوکڑاں ڈاھڈیاں جھلیاں سن
ویلا آگیا جد آزمائشاں دا بیال کوٹ نے ساہنوں اقبال دتا
عقل فکر کلام دے نال اوہنے پھر ساریاں ہنیریاں ٹھلیاں سن

پنجابی شاعری میں اس موضوع پر بھی کافی مواد دستیاب ہے کہ سرزمین پاکستان خوشیوں کا گہوارہ ہے، اس سلسلہ میں یہ مصرعہ تو بہت مشہور ہے ؎

ساڈا دیس اے خوشیاں دی جوُ اڑیلو

۱۹۶۵ء کی جنگ میں قصور شہر دشمن کی یلغار کا خاص نشانہ بنا تھا لیکن اہلِ قصور نے جواں مردی اور پامردی کا ثبوت دیا۔ اس پر صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نے جو ملی نغمہ لکھا اس کا ہر ہر مصرعہ دلوں کو منور کرتا ہے ؎ : میرا سوہنا شہر قصور نی۔

ایک طویل مزاحیہ نظم "رحمے دا سفر" کا آخری شعر دیس پیار پر ختم ہوتا ہے۔ نظم میں رحما لندن جاتا ہے وہاں کی معاشرت سے دل برداشتہ ہو کر واپس آتا ہے اور کہتا ہے: ؎

دیکھے کجّن تے چکن دی نالے فرنگی
دیس اپنے دی دو ستو ادّھی وی چنگی

یعنی وطن عزیز پاکستان کی روکھی سوکھی آدھی روٹی اہل فرنگ کی سالم روٹی اور چکن سے بہتر ہے۔

گویا پنجابی زبان کی دیس پیار کی شاعری میں بھی اسلامی تہذیب و تمدن اور فکر و نظر کے پہلو پائے جاتے ہیں۔

مزاحیہ ادب

کسی زبان کا شگفتہ یا مزاحیہ ادب اس لیے پسند کیا جاتا ہے کہ وہ زندگی کے ہنسنے ہنسانے والے پہلو سامنے لاتا ہے۔ یہی بات پنجابی ادب کے بارے میں کہی جا سکتی ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ پنجابی کا مزاحیہ ادب اسلامی اخلاق کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور اخلاقی تعلیمات شگفتہ انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس وقت چار ادیب و شاعر پنجابی زبان کا مزاحیہ ادب تحریر کر رہے ہیں وہ ہیں گوجرانوالہ کے ارشد میر، پسرور کے سائیں حیات، راولپنڈی کے انور مسعود اور فیصل آباد کے عبیر ابوذری۔ ذیل میں "نمونے" کے طور پر عبیر ابوذری کی نظم "بھیجے کُٹنی" پیش کی جاتی ہے: ؎

سُن کے بھاباں دی گُل مائی — رابو دِتّی آن ودھائی
کہندی ہاں ملا دے اللہ — چنگا وقت لیا وے اللہ
رابو خیر مبارک تینوں — لبھّا اے نیک جوائی بیتوں
رب نے دتّا اے ایسا رشتہ — منڈا اے نیکو کار فرشتہ
رابو دسیّا جانی آں میں — چنگی طراں پچھانی آں میں
تابو پچھیا جانی ایں جے — چنگی طراں پچھانی ایں جے
منڈے وچ کھوٹ تے نہیں ناں؟ — گھر وچ کوئی نوٹ نے نہیں ناں؟

رابو کھیا کھیڈاؤندی رہی آں ماں دے لاڈ لڈاؤندی رہی آں
دسیا کوئی عیب نہیں بیتوں اللہ جانے عیب نہیں بیتوں
گنڈا کھاندا اے کدے کدائیں ایہدا نہ توں بُرا منائیں
منڈا کھنڈا اے کھا لیندا اے جی رانجھا پرچا لیندا اے
گنڈھا دی اوہ اودوں کھاوے جس دن کِتے شراب لیاوے
اودن کِتے شراب لیاوے جس دن جوا جت کے آوے
جوا اودن کھیڈن جاوے جس دن کھیسہ کٹ لیاوے
جوئے مال ہراؤندا رہندا اے اوس بزارے جاندا رہندا اے
کدے کدائیں پھڑیا جاندا اے جیل وچ منبر دار کھاوندا اے
جیل چوں جس دن چھُٹ کے آوے کنھوں پیو دے کنھوں کھاوے
تاں پھر رل کے منڈے کھنڈے کھنّن جندرے توڑن گنڈے
چوری شوری ڈاکے شاکے جی داراں نوں کاہدے جھاکے
منڈا بڑا دلیر اے مہاجا مفت بڑاں وچ شیر اے مہاجا
گھر وچ راج کرے گی پھاماں نیوں نیوں کرن گے سب سلاماں
میرا کدھرے ناں نہ لبھاں کسے دے موہنوں سُنیا اے بھینیاں

بھائی مار کے گئی عبیرا
دُدھ وچ کاکھی پئی عبیرا

پنجابی وچ خالصتاً شرعی اور فقہی ادب کی فراوانی ہے، سیرت پر لٹریچر کافی ہے۔ مذہبی قصیدوں کی کمی نہیں مثلاً قصیدہ غوثیہ، قصیدہ روحی۔ میلاد ناموں، نور ناموں اور معراج ناموں کی بھی کمی نہیں۔ شرعیات پر جو لٹریچر ملتا ہے، وہ اگرچہ عوامی ضرورتوں کے تحت تیار ہوا لیکن مستند ہے۔ مثلاً پکی روٹی، مٹھی روٹی، مسّی روٹی۔ حضورؐ اور خلفائے راشدین کی پاک زندگیوں کا احاطہ خوب صورت انداز اور وافر تعداد میں ہوا ہے۔ سانحہ کربلا پر مرثیوں کی کمی نہیں، لوک ادب بھی ملتا ہے، مزاحیہ ادب بھی لکھا جارہا ہے، فارسی اور اردو کے ادب عالیہ

کے تراجم کی بھی کوئی کمی نہیں، مثلاً علامہ اقبال کے شکوہ و جواب شکوہ اور دیگر تصانیف کے تراجم ـــــ قصہ مختصر اہلِ پنجاب کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جسے پنجابی زبان کے اس ادب نے اپنے سایۂ شفقت میں نہ لیا ہو جو اسلامی تہذیب و ثقافت کا امین ہے۔ پنجابی ادب کا اسلامی پس منظر منور و تاباں ہے اور پیش منظر درخشاں اور امید افزا ـــــ پنجابی زبان کے اسلامی ادب پر کام کرنے کی ضرورت پہلے بھی تھی اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔

کتابیات

اُردو : (۱) سہ ماہی ثقافت، نیشنل کونسل آف دی آرٹس، اسلام آباد۔

(۲) تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، حصہ علاقائی ادبیات۔ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور (تمام شمارے)

(۳) دعوتِ اسلام، پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ مترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ۔ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور، ۱۹۷۲ء

(۴) شبلی نعمانی، ارض القرآن، دو جلدیں، اعظم گڑھ، ۱۹۵۵ء

(۵) محمود شیرانی، پنجاب میں اردو۔ مرتبہ: ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور، ۱۹۶۳ء

(۶) محمد آصف خان۔ پنجابی۔ مقالہ مطبوعہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۵۔ لاہور

(۷) پنجابی : ۱۔ عبدالغفور قریشی، پنجابی دا ادب تے تاریخ، لاہور

۲۔ ڈاکٹر بنارسی داس جین، پنجابی زبان تے اوہدا لٹریچر، لاہور

۳۔ سلیم خان گمی، چن عربوں چڑھیا۔ قلات پبلشرز، کوئٹہ، ۱۹۸۲ء

۴۔ کلیات بلھے شاہ، پنجابی اکادمی، لاہور۔ ۱۹۶۰ء

۵۔ ششماہی کھوج، شعبۂ پنجابی۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور (تمام شمارے)

۶۔ سید علی عباس جلال پوری، وحدت الوجود تے پنجابی شاعری، لاہور، ۱۹۷۷ء

۷۔ راقب قصوری دیاں نعتاں، مرکزی مجلس امیر ملت برج کلاں

۸۔ حفیظ تائب، پُن چھان، کتب مینارہ، لاہور

۹۔ حفیظ تائب، سک متراں دی، کتب بیلار، لاہور

۱۰۔ حافظ برخوردار، رسالہ بول نماز۔ مرتب: پروفیسر احمد حسین قریشی قلعداری مکتبہ ظفر، گجرات۔

۱۱۔ شہباز ملک، نتارے، تاج بک ڈپو اردو بازار، لاہور

۱۲۔ مولا بخش کشتہ، پنجابی شاعراں دا تذکرہ، رسالہ پنج دریا، ٹمپل روڈ، لاہور

۱۳۔ احمد حسین قریشی قلعداری، پنجابی ادب دا تحقیقی مطالعہ۔ لاہور ۱۹۷۵ء

۱۴۔ عبدی قیصر شاہی، بارنامہ، مرتب: ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور

۱۵۔ محمد عزیزالدین، نظم الورع، مطبع حسینی، بمبئی۔

۱۶۔ لوک واراں، نیشنل کونسل آف دی آرٹس، اسلام آباد، ۱۹۷۳ء

۱۷۔ سیّد اختر جعفری، ویروے، تاج بک ڈپو، لاہور ۱۹۷۹ء

۱۸۔ درویش لاہوری، دینی ادب، عزیز بک ڈپو، لاہور، ۱۹۷۲ء

۱۹۔ پروفیسر یونس احقر، قرآن شریف دے ترجمے تے تفسیراں، مقالہ، مطبوعہ روزنامہ امروز، لاہور، مورخہ ۱۵ر فروری ۱۹۸۰ء

فارسی:

۱۔ پنڈت کلہن، راج ترنگنی، ترتیب و تسوید: ڈاکٹر صابر آفاقی، مظفر آباد (آزاد کشمیر)

ENGLISH:

1. The Encyclopaedia of Islam, edited by Lewis, Pellat ana Schacht (New Edition)Leiden and London.
2. The Encyclopaedia Britianica, Volume-15, London (1939)
3. Jose Roleo Santiago. Pakistan. Lonely Planet Publications, Victoria, Australia, 1981.
4. Yu. V.Gankovsky. The peoples of Pakistan, Lahore, 1973.
5. I. Serebryakov. Punjabi Literature. Progressive Books Lahore, 1975.
6. Sir William Miur. The Caliphate. Edinburgh, 1924
7. Lajwanti Rama Krishna. Punjabi Sufi poets. Oxford University press, 1938.
8. Dr. C.Shackle. Siraiki Mystical poetry, Bazm-e-Saqafat, Multan.
9. Dr. C. Shacke. Punjabi in Lahore. Modern Asian Studies, London, 1977.
10. Dr. C. Schackle. Siriaki. Modern Asian Studies, London, 1977.

11. Dr. C.Shackle. Some categories for the comparative study of the Medieval Muslim Literatures of the Indus Region. Journal of Medieval Indian Literature. Chandigarh, September 1977.

12. Islamic Studies Quarterly. Islamabad, Summer 1976.

13. Prof:Fazal Ahmad. Muhammad Bin Qasi, Sh:Muhammad Ashraf, Lahore, 1967,

14. R.C.Mujumdar. The Arab Invasion of India, Sheikh Mubarak Ali, Lahore 1974.

15. Prof. Qudrat Ullah Tarimi, Amir Khusraus' Contribution to the Indus Muslim Music. RCD Regional Cultural Institute, Islamabad, 1975.

16. S.M.Ikram and P. Spear. The Cultural Heritage of Pakistan, oxford, 1955.

17. Buddha Prakash. Political and Social Movements in Anicient Punjab, Aziz Publishers, Lahore, 1976.

18. Philip K.Hitti. History of the Arabs. London, 1958.

19. A.M.A. Shushtery. Outlines of Islamic Culture, Sheikh Muhammad Ashraf, Lahore, 1966.

20. Aziz Ahmed, Studies in Islamic Culture in the Indian Environment. Oxford University Press, Lahore, 1970;

21. S.Muhammad Latif, History of the Punjab, Lahore, 1888.

22. Dr. Tara Chand, Influence of Islam on Indian Culture , Lhr

23. Najam Hussain Sayed. Recurrent Patterns, in Punjabi poetry Lahore.

24. Mohan Singh. A history of Punjabi Literature, Lahore.

25. Mohan Singh. An Introduction to Punjabi Literature, Lahore.

26. M.S.Khan Baluch. History of Baluch Race and Baluchistan Quetta 1958.